ہفت روزہ
ندائے خلافت لاہور
www.tanzeem.org
23 تا 29 محرم الحرام 1438ھ/ 25 تا 31 اکتوبر 2016ء

اس شمارے میں

وہی تو کافر، ظالم اور فاسق ہیں

عزت اور ذلت کا اصل معیار

......جو ہر زندگی نہیں!

مجھ سے تنہا کے مقابل، تیرا لشکر نکلا!

قرآن وسنت کو کن لوگوں نے پاک وطن کا سپریم لاء نہیں بننے دیا؟

جدید ذرائع ابلاغ اور ہماری ذمہ داری

تازہ ترین ملکی صورتِ حال

اگر نہیں جانتے تو پوچھ لو!

غفلت آخر کب تک!

اے بے خبرو! یاد رکھو کہ زندگی کی خواہش ہے تو مشکلات سے گھبرانا لاحاصل ہے' کیونکہ مشکلیں زندہ اور متحرک انسانوں ہی کے لیے ہیں' ایک بے روح لاش کے لیے نہیں ہیں۔ آرام کی خواہش ہے تو اس کی سب سے بہتر جگہ قبر ہے۔ بیٹھے رہو گے تو یقیناً ٹھوکر نہیں لگے گی' پر جب چلو گے تو ٹھوکریں کھانا ضروری ہیں۔

غفلت وسرشاری کی بہت سی راتیں بسر ہو چکیں' اب خدا کے لیے بسترِ مدہوشی سے سر اٹھا کر دیکھئے کہ آفتاب کہاں نکل آیا ہے۔ آپ کے ہم سفر کہاں تک پہنچ چکے ہیں اور آپ کہاں پڑے ہیں؟ یہ نہ بھولیے کہ آپ اور کوئی نہیں' بلکہ ''مسلم'' ہیں اور اسلام کی آواز آپ سے آج بہت سے مطالبات رکھتی ہے۔ کب تک اس دینِ الٰہی کو اپنے اعمال سے شرمندہ کیجیے گا' کب تک دنیا کو اپنے اوپر ہنسایئے گا اور خود نہ رویئے گا اور کب تک اسلام کی قوت کا خانہ خالی رہے گا؟ اگر مصائب کا تازیانہ غفلت کی ہوشیاری کا ذریعہ ہے تو کون سے مصائب ہیں جن کا آپ پر نزول نہیں ہو چکا ہے؟

مولانا ابوالکلام آزادؒ

الھدیٰ (727)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اللہ کے نظام میں شیطان کا کوئی حصہ نہیں ہے

سُورۃُ الکھف | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 51 تا 53

مَاۤ اَشۡہَدۡتُّہُمۡ خَلۡقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ لَا خَلۡقَ اَنۡفُسِہِمۡ ۪ وَ مَا کُنۡتُ مُتَّخِذَ الۡمُضِلِّیۡنَ عَضُدًا ﴿۵۱﴾ وَ یَوۡمَ یَقُوۡلُ نَادُوۡا شُرَکَآءِیَ الَّذِیۡنَ زَعَمۡتُمۡ فَدَعَوۡہُمۡ فَلَمۡ یَسۡتَجِیۡبُوۡا لَہُمۡ وَ جَعَلۡنَا بَیۡنَہُمۡ مَّوۡبِقًا ﴿۵۲﴾ وَ رَاَ الۡمُجۡرِمُوۡنَ النَّارَ فَظَنُّوۡۤا اَنَّہُمۡ مُّوَاقِعُوۡہَا وَ لَمۡ یَجِدُوۡا عَنۡہَا مَصۡرِفًا ﴿۵۳﴾

آیت ۵۱ ﴿مَاۤ اَشۡہَدۡتُّہُمۡ خَلۡقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ لَا خَلۡقَ اَنۡفُسِہِمۡ ۪﴾ ''میں نے انہیں گواہ نہیں بنایا تھا آسمانوں اور زمین کی تخلیق کا اور نہ ہی ان کی اپنی تخلیق کا''

﴿وَ مَا کُنۡتُ مُتَّخِذَ الۡمُضِلِّیۡنَ عَضُدًا ﴿۵۱﴾﴾ ''اور میں بہکانے والوں کو اپنا مددگار بنانے والا نہ تھا۔''

یہ جو تم شیطان اور اس کے گروہ کو میرے برابر لا رہے ہو اور مجھے چھوڑ کر انہیں اپنا دوست بنا رہے ہو تو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ زمین و آسمان کی تخلیق اور خود اپنی تخلیق کے موقع کے گواہ نہیں ہیں۔

آیت ۵۲ ﴿وَ یَوۡمَ یَقُوۡلُ نَادُوۡا شُرَکَآءِیَ الَّذِیۡنَ زَعَمۡتُمۡ﴾ ''اور جس دن وہ کہے گا کہ پکارو میرے ان شریکوں کو جن کا تمہیں زعم تھا''

﴿فَدَعَوۡہُمۡ فَلَمۡ یَسۡتَجِیۡبُوۡا لَہُمۡ وَ جَعَلۡنَا بَیۡنَہُمۡ مَّوۡبِقًا ﴿۵۲﴾﴾ ''تو وہ انہیں پکاریں گے مگر وہ انہیں کوئی جواب نہیں دیں گے اور ہم ان کے درمیان ہلاکت (کی گھاٹی) حائل کر دیں گے۔''

یہ شریک ٹھہرائی جانے والی شخصیات چاہے انبیاء ہوں' اولیاء اللہ ہوں یا فرشتے' روزِ قیامت ان کے اور انہیں شریک ماننے والوں کے درمیان ہلاکت خیز خلیج حائل کر دی جائے گی تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ وہ ان کی مدد کو نہیں آ سکتے۔

آیت ۵۳ ﴿وَ رَاَ الۡمُجۡرِمُوۡنَ النَّارَ فَظَنُّوۡۤا اَنَّہُمۡ مُّوَاقِعُوۡہَا وَ لَمۡ یَجِدُوۡا عَنۡہَا مَصۡرِفًا ﴿۵۳﴾﴾ ''اور مجرم لوگ آگ کو دیکھیں گے اور جان جائیں گے کہ وہ اس میں ڈالے جانے والے ہیں اور وہ نہیں پائیں گے اس سے بچنے کی کوئی جگہ۔''

یعنی شروع شروع میں شاید کچھ معافی کی امید ہو گی لیکن جہنم کو دیکھتے ہی یقین ہو جائے گا کہ اب اس میں گرنا ہے اور فرار کا کوئی راستہ نہیں۔

فرمان نبویؐ

خدا فراموشی کا انجام

عَنِ ابی سعید رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ: ((یُؤۡتَی بِالۡعَبۡدِ یَوۡمَ الۡقِیَامَۃِ فَیَقُوۡلُ لَہٗ اَلَمۡ اَجۡعَلۡ لَکَ سَمۡعًا وَّ بَصَرًا وَّ وَلَدًا وَ سَخَّرۡتُ لَکَ الۡاَنۡعَامَ وَالۡحَرۡثَ وَتَرَکۡتُکَ تَرۡأَسُ وَتَرۡبَعُ فَکُنۡتَ تَظُنُّ اَنَّکَ مُلَاقِیَّ یَوۡمَکَ ھٰذَا؟ فَیَقُوۡلُ لَا فَیَقُوۡلُ لَہُ الۡیَوۡمَ اَنۡسَاکَ کَمَا نَسِیۡتَنِیۡ)) (ترمذی)

حضرت ابی سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن ایک آدمی اللہ کی بارگاہ میں حاضر کیا جائے گا۔ اللہ اس سے فرمائے گا کیا میں نے تجھے آنکھ اور کان نہیں بخشے تھے؟ کیا میں نے تجھے مال اور اولاد سے نہیں نوازا تھا؟ میں نے کھیتی باڑی اور مویشی تیرے لیے مسخر کر دیئے تھے تو لوگوں پر حکومت کرتا اور ان سے ٹیکس وصول کرتا تھا کیا تو جانتا تھا کہ آج تو مجھ سے ملاقات کرنے والا ہے؟ وہ کہے گا 'نہیں' اللہ اس سے فرمائے گا آج میں تجھے فراموش کرتا ہوں جیسا کہ تُو نے دنیا میں مجھے فراموش کر دیا تھا۔''

تشریح: میں تجھے فراموش کرتا ہوں یعنی تجھے دوزخ کی آگ میں ڈالتا ہوں۔ یہ شخص اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کے باوجود مرنے کے بعد اللہ کی عدالت میں حاضر ہو کر حساب دینے کا قائل نہ تھا بلکہ اس کا نظریہ تھا کہ سب کچھ یہی دنیا کی زندگی ہے۔

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وہی تو کافر، ظالم اور فاسق ہیں

اللہ رب العزت نے اپنی آخری کتاب قرآن کریم میں انسانی جان کی حرمت اور اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ’’جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کی زندگی بچائی اُس نے گویا تمام انسانوں کی زندگی بچائی‘‘۔ پھر کتاب الٰہی نے ہمیں یہ قانون واضح طور پر بتایا کہ جان کا بدلہ جان ہوگی البتہ مقتول کے ورثا کو حق دے دیا کہ وہ اپنی آزاد مرضی سے چاہیں تو دیت کے عوض یا فی سبیل اللہ قاتل کو معاف کر دیں۔ بدقسمتی سے آئین پاکستان جسے علماء کی ایک بہت بڑی تعداد اسلامی آئین تسلیم کرتی ہے، اُس میں اللہ کے اس قانون کی صریح خلاف ورزی کرتے ہوئے عدالتی فیصلے کے بعد قاتل کو معاف کر دینے کا حق سربراہ مملکت کو دے دیا گیا ہے۔ ہماری رائے میں یہ اہل پاکستان کی طرف سے شریعتِ محمدی کے خلاف کھلی، اعلانیہ اور تحریری بغاوت اور سرکشی ہے۔ جرم ہونے کے حوالہ سے اگرچہ صرف اتنا کافی ہے کہ یہ خلاف شریعت ہے، لہٰذا کسی عقلی دلیل کی قطعی طور پر کوئی ضرورت نہیں۔

بہرحال انتہائی سادہ عقل رکھنے والا انسان بھی یہ تسلیم کرے گا کہ اگر کسی خاندان کو یہ چرکہ لگے کہ اُن کا کوئی فرد ناحق مارا جائے تو یہ زخم خود آزاد مرضی سے دیت وصول کر کے یا فی سبیل اللہ معاف کر دینے سے مندمل ہوگا، نہ کہ اُس صورت میں جب کہ حاکم وقت متاثرہ خاندان کی مرضی اور اجازت کے بغیر معاف کر دے۔ عجب بلکہ مضحکہ خیز تضاد یہ ہے کہ آئین کی اسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ کوئی قانون سازی قرآن وسنت کے خلاف نہیں کی جا سکتی۔ ہم نے یہ تمہید اس لیے باندھی ہے کہ حال ہی میں پارلیمنٹ کا جو مشترکہ اجلاس بھارت کو کشمیر اور پاکستان کے دفاع کے حوالہ سے پیغام دینے کے لیے منعقد کیا گیا تھا اُس سے بھارت کو کیا پیغام گیا اور کیا نہیں گیا‘ وہ بات الگ ہے اس لیے کہ ملک کی سب سے بڑی اپوزیشن پارٹی تحریک انصاف نے اُس کا بائیکاٹ کیا اور پاکستان پیپلز پارٹی نے اجلاس کے دوران ’’غدار ہے غدار ہے‘ مودی کا جو یار ہے غدار ہے‘‘ کے نعرے لگائے۔ البتہ اس مشترکہ اجلاس کو غنیمت جان کر اور بھارت مخالف جذبات کی آڑ لے کر حکومت نے دو ایسے بل قانون کی حیثیت سے منظور کر لیے جو صریحاً خلاف شریعت ہیں۔ ایک قانون کے مطابق قتل اور غیرت کے نام پر قتل میں فرق پیدا کر دیا گیا اور ایک دوسرے قانون کے مطابق زنا بالجبر کی سزا میں اضافہ کیا گیا۔ اس میں بھی شرعی احکامات کو نظر انداز کیا گیا۔

غیرت کے نام پر قتل کے حوالہ سے اپنے موقف کا اعادہ کرتے ہوئے ہم عرض کریں گے کہ شریعت کے نزدیک کسی انسان کا ناحق قتل گناہ کبیرہ ہے چاہے کسی بنیاد پر کیا جائے اور شریعت کے مطابق جان کا بدلہ جان ہے اور قاتل کو معاف کر دینے کا حق صرف متاثرہ خاندان کو ہے۔ اب خود کو مسلمان کہنے والے حکمران کس طرح یہ حق رکھتے ہیں کہ وہ غیرت کے نام پر قتل کو دوسرے قتل سے الگ کر کے یہ قانون بنا دیں کہ جو قتل غیرت کے نام پر کیا جائے گا اُس میں مقتول کے ورثا چاہے قاتل کو معاف بھی کر دیں تب بھی اُسے 25 سال سزائے قید ہوگی۔ آسمانی شریعت کو انسانوں کی پارلیمنٹ صدفی صد اتفاق سے بھی کیسے تبدیل کر سکتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قرضوں میں

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

23 تا 29 محرم الحرام 1438ھ جلد 25
25 تا 31 اکتوبر 2016ء شمارہ 41

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد‘ طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس‘ ریلوے روڈ‘ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے‘ علامہ اقبال روڈ‘ گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے‘ ماڈل ٹاؤن‘ لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------------(2000 روپے)
یورپ‘ ایشیا‘ افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ‘ کینیڈا‘ آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ‘ منی آرڈر یا پے آرڈر
”مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن“ کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

’’ادارہ‘‘ کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

جکڑے جانے سے اور اپنی کرسی کی حفاظت میں اندھے بہرے ہو جانے والے حکمران عالمی طاغوتی قوتوں کے سامنے بے بس ہیں۔ اس عالمی ایجنڈے کی تکمیل کے لیے بہت سی این جی اوز ڈالروں کے عوض دین دشمنی اور ضمیر فروشی کا بے دھڑک مظاہرہ کر رہی ہیں۔ یہ این جی اوز عالمی طاغوتی قوتوں کا پیغام حکمرانوں تک پہنچاتی ہیں اور حکومت سرِتسلیم خم کرتی ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے حکمران جن کی آنکھوں پر ڈالروں کی پٹی بندھی ہے اور وقت نے جن کے کان حق کی آواز سے ناآشنا کر دیئے ہیں، وہ معاشرے کے مسائل کی تشخیص اور اُس کے علاج کے حوالے سے بالکل لاتعلق اور irrelevant ہو چکے ہیں۔ وہ اس معاشرے کی حقیقی سوچ اور طرزِ عمل کا اندازہ کرنے میں مکمل طور پر ناکام ہو چکے ہیں۔ ان حکمرانوں نے کبھی غور کیا کہ کوئی مرد اور عورت بے غیرتی اور بے حیائی کے عمل کی طرف کیوں راغب ہوتے ہیں۔ یقیناً جنس مخالف کی طرف بڑھنا فطری اور جبلی تقاضا ہے لیکن کیسا ماحول، کیسی فضا اور کیسی دعوت و تربیت اس جذبے کو کنٹرول کر کے جائز چینل سے جنسی جذبے کی تکمیل کراتی ہے۔ اور یہی سب کچھ یعنی ماحول، فضا اور دعوت و تربیت اس جذبہ کو بے قابو کر کے انسان کو درندہ بنا دیتی ہے۔ حکمران ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر سچ بتائیں کہ اُنہوں نے مختلف ذرائع خصوصاً الیکٹرانک میڈیا کے ذریعہ سے جو ماحول اور فضا قائم کر رکھی ہے اور جو تربیت وہ قوم کو دے رہے ہیں وہ انسان کو انسان بنائے گی یا ایسا درندہ جو کم سن بچیوں کو بھی نشانۂ ہوس بنا ڈالتا ہے۔ ہمارے حکمران مغربی اور مشرقی معاشرے کے ایک بہت بڑے فرق کو سمجھنے میں بھی بُری طرح ناکام ہوئے ہیں۔ ایک تو مغربی معاشرہ مکمل طور پر سیکس فری ہو چکا ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ خاندانی بندشوں سے آزاد ہو چکے ہیں، خاندان کا تصور چکنا چور ہو چکا ہے۔ اس کے باوجود وہاں جنسی معاملات پر قتل و غارت گری ہوتی ہے، لیکن جس مشرقی معاشرے میں آپ فیشن اور روشن خیالی کے نام پر فحاشی اور بے حیائی پھیلانے کی کھلم کھلا اجازت دے رہے ہیں وہاں خاندانی نظام ابھی اللہ کے فضل و کرم سے بہت مضبوط ہے۔ لہٰذا ایک بہت بڑا تضاد پیدا ہو جاتا ہے۔ ایک طرف بے حیائی، عریانی اور فحاشی کی جو تشہیر سرِعام کی جاتی ہے جس سے ناپختہ نوجوان ذہن غلط کاموں کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ پھر یہ کہ آپ بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ہمارا معاشرہ male dominated ہے جس سے یہ غلط بلکہ انتہائی غلط طرزِ فکر پیدا ہو چکا ہے کہ مرد جو چاہے کرتا پھرے۔

حقیقت یہ ہے کہ مضبوط خاندانی نظام کا حامل مرد جب اپنی بہن، بیٹی یا بیوی کو کسی مرد کے ساتھ حالتِ غیر میں دیکھتا ہے تو اُس کی آنکھوں میں خون اتر آتا ہے اس صورت حال میں آپ غیرت کے نام پر قتل پر دس بار پھانسی کی سزا کا قانون بنا دیں یہ قتل نہیں رک سکیں گے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اُس فحاشی، بے حیائی اور بے غیرتی کو پھیلانے والے تمام ذرائع کا خاتمہ کیا جائے جو نوجوان نسل کو جنسی بے راہ روی کی طرف راغب کرتے ہیں۔ آپ بارود اور دیا سلائی کو خود قریب لائیں اور پھر کہیں آگ لگ گئی، دھماکہ ہو گیا۔ سوال یہ ہے کہ کیا مغربی تہذیب سے متاثر ہو کر فیشن شو اور روشن خیالی صالحین اور صالحات کو جنم دے گی؟ جو بیج کر گندم کیسے کاٹو گے، بے حیائی اور بے غیرتی کے مناظر سامنے آئیں گے تو غلط ہی سہی لیکن مشرق کے ضمیر میں گندھی ہوئی احمقانہ غیرت بھی اپنا رنگ دکھائے گی۔ یہاں یہ وضاحت لازم ہے کہ ہم ہر نوع کے قتل کے گناہ کبیرہ ہونے پر پختہ ایمان رکھتے ہیں اور جان کے بدلے جان کے قانون کو دل کی گہرائیوں سے تسلیم کرتے ہیں۔ یہ قرآن کا حکم ہے لہٰذا ہمارے ایمان کا لازمی حصہ ہے اور کسی فرد کے قانون کو ہاتھ میں لینے کو بھی اصولی طور پر غلط سمجھتے ہیں۔ لہٰذا ہمارا مطالبہ بھی یہی ہے کہ قتل چاہے غیرت کے نام پر کیوں نہ ہو جان کا بدلہ جان ہے۔ 'قاتل سزائے موت کا حقدار ہے' بشرطیکہ ورثا کی طرف سے معافی کا معاملہ ہو جائے۔ لیکن غیرت کے نام پر قتل کرنے والے کو کسی دوسری وجہ سے قتل کرنے والے سے الگ کرنا ظلم ہے کیونکہ خلاف شریعت ہے۔ دونوں کی سزا موت ہونی چاہیے، دونوں کو ورثا اگر معاف کر دیں تو اُنہیں سزا نہیں ہونی چاہیے۔

جہاں تک زنا بالجبر کے قانون کا تعلق ہے۔ یقیناً اُس میں زنا کے گناہ کے ساتھ جبر اور ظلم کا عنصر بھی شامل ہو جاتا ہے جو یقیناً گناہ میں اضافے کا باعث بنتا ہے اس میں اگر فریق ثانی مکمل طور پر مجبور اور مظلوم ثابت ہو جائے تو ریاست کا نہ صرف یہ فرض ہے کہ جابر و ظالم زانی کو سزا دے بلکہ متاثرہ فریق کی ممکنہ تلافی بھی ریاست کی ذمہ داری ہونا چاہیے۔ لیکن اس معاملے میں بھی دو باتیں انتہائی اہم ہیں ایک تو یہ کہ زنا کی صرف وہ سزا دی جائے جو شریعت نے مقرر کی ہے۔ دوسرا اس قانون میں زنا بالجبر کا ذکر جس انداز میں کیا گیا اُس سے پڑھنے اور سننے والے کو یہ تاثر ملتا ہے جیسے زنا بالرضا سرے سے کوئی جرم ہی نہیں ہے۔ وہی اپنے آقاؤں والا تصور جو دین اسلام کی ضد ہے۔ جو دین اسلام کا انکار ہے۔ جو دین اسلام سے بغاوت اور سرکشی ہے۔

آخر میں ہم اپنے حکمرانوں کی توجہ سورۃ المائدہ کی اِن آیات کی طرف مبذول کروائیں گے جن میں سے ایک میں اللہ کے احکامات کے مطابق فیصلہ نہ کرنے والوں کو کافر کہا گیا پھر آگے چل کر اُنہیں ظالم کہا گیا اور آخر میں اُنہیں فاسق قرار دیا گیا۔ اے پارلیمنٹ میں بیٹھنے والے حکمرانو! تم جس عمارت میں یہ قانون سازی کرتے ہو اُس کے ماتھے پر کلمہ طیبہ کندہ ہے۔ ذرا سوچو تو سہی جو کلمہ طیبہ پڑھ کر کفر کا مرتکب ہو، ظلم کا مرتکب ہو اور فسق کا ارتکاب کرے، کیا وہ نہیں ہیں جن کے بارے میں باری تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ جہنم کی بدترین وادی میں ہوں گے؟ خدارا خود پر ظلم نہ کرو۔ بدقسمتی سے عوام ہی نہیں اُن خواص کی اکثریت بھی خاموش بیٹھی ہے۔ جن کا فرض عوام کو نیک و بد کا سمجھانا ہے۔ ہم اُس انتہائی اقلیت کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں جو اس قانون کے خلاف ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ قرآن کے فتویٰ کے مطابق یہی اقلیت کامیاب و کامران ہونے والی ہے۔ اللہ ہمیں ان میں شامل کرے۔

قارئین نوٹ فرما لیں کہ ملک میں اگلے چند دنوں میں اٹھنے والا سیاسی طوفان کوئی بھی رُخ اختیار کر سکتا ہے جس میں گندم کے ساتھ ساتھ گھن بھی پس جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی فضل و کرم سے اس قوم کا رخ تبدیل کر دے اور یہ منکر کے سامنے دیوار بن جائے، اسی میں دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے۔

☆☆☆☆

عزت اور ذلت کا اصل معیار

سورۃ الفجر کی روشنی میں

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 14 اکتوبر 2016ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

سلسلہ وار مطالعہ قرآن مجید کے ضمن میں آج سورۃ الفجر ہمارے زیر مطالعہ ہے۔ قرآن مجید کے آخری پارے کی بیشتر سورتوں کی طرح یہ سورت بھی مکی ہے اور اس کے آغاز میں بھی کچھ قسمیں ہیں۔ قرآن میں جن چیزوں کی قسم اُٹھائی جاتی ہے وہ گویا اس بات پر گواہ ہوتی ہیں جو قرآن بیان کرنے جا رہا ہوتا ہے۔ اس سورت میں بعض انتہائی اہمیت کے حامل لمحات و اوقات جن کی عظمت اور خصوصیت سے اہل دانش بخوبی واقف ہیں کی قسم اُٹھا کر جس انتہائی اہم حقیقت کو اُجاگر کیا جا رہا ہے وہ یہ ہے کہ قوم عاد و ثمود اور قوم فرعون کو دنیا میں بڑی شان و شوکت، عزت، صلاحیتیں اور فنون حاصل تھے مگر یہ سب چیزیں بھی انہیں رسوائی سے نہ بچا سکیں۔ گویا کامیابی، عزت اور ذلت کا اصل معیار وہ نہیں جسے انسان اپنی سمجھ اور عقل کے مطابق دنیا میں تسلیم کیے ہوئے ہے بلکہ اصل معیار کچھ اور ہے اور وہ کیا ہے؟ آئیے سورۃ الفجر کی روشنی میں اس حقیقت کا ادراک کرتے ہیں۔

﴿وَالْفَجْرِ ①﴾ ”قسم ہے فجر کی۔“

عام رائے یہ ہے کہ اس سے 10 ذوالحجہ کی فجر مراد ہے جس کے بعد قربانی ہوتی ہے اور یہ دن مناسکِ حج کے حوالے سے بنیادی اور خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔

﴿وَلَيَالٍ عَشْرٍ ②﴾ ”اور قسم ہے دس راتوں کی۔“

پہلی قسم کی مناسبت سے اکثر مفسرین نے ان راتوں سے 10 ذوالحجہ کی فجر سے پہلے کی دس راتیں مراد لی ہیں۔ ظاہر ہے 10 ذوالحجہ کی فجر سے پہلے 10 ذوالحجہ کی رات گزر چکی ہوتی ہے اس لیے وہ رات بھی ان میں شامل ہے۔ رمضان کی طرح ان دس راتوں کی بھی غیر معمولی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ ان دنوں میں بھی روزہ اور راتوں کی عبادات کا اجر و ثواب کئی گنا بڑھ جاتا ہے۔

﴿وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ③﴾ ”اور قسم ہے جفت کی اور طاق کی۔“

اس سے عموماً رمضان کے آخری عشرہ کی جفت اور طاق راتیں مراد لی جاتی ہیں اور طاق راتوں میں لیلۃ القدر ہے۔ ظاہر ہے فضیلت و اہمیت کے لحاظ سے یہ راتیں کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہیں۔ آنحضرت ﷺ نہ صرف خود ان راتوں میں عبادت کا خصوصی اہتمام کرتے تھے بلکہ اپنے گھر والوں کو بھی عبادت کے لیے بیدار کرتے تھے۔ ان راتوں میں آپؐ کا یہ غیر معمولی اقدام بھی ان کی اہمیت کو ثابت کرتا ہے۔

﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ④﴾ ”اور قسم ہے رات کی جب وہ گزرنے لگے۔“

مرتب: ابو ابراهیم

اس سے شب معراج مراد ہے اور ظاہر ہے بنی نوع انسان کے لیے اس رات کی اہمیت بھی کسی وضاحت کی محتاج ہرگز نہیں ہے۔

﴿هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ⑤﴾ ”کیا اس میں کوئی قسم (دلیل) ہے ان لوگوں کے لیے جو عقل مند ہیں؟“

جن لوگوں کی روح بیدار ہے اور وہ حقیقی علم کی دولت سے بہرہ مند ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ ان بڑے دنوں اور راتوں کی کتنی اہمیت ہے۔ ان مقدس لمحات میں اللہ تعالیٰ نے انسانیت کے لیے کس قدر عزت اور حقیقی کامیابی کا سامان رکھا ہے۔ چونکہ اہل دانش اس آفاقی حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں اس لیے قرآن ان مقدس اوقات کو ایک اور حقیقت پر گواہ ٹھہرا رہا ہے۔ وہ حقیقت کیا ہے:

﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ⑥﴾ ”کیا تم نے دیکھا نہیں کیا کیا تھا آپ کے رب نے عاد کے ساتھ؟“

﴿اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ⑦﴾ ”وہ ارم جو ستونوں والے تھے۔“

اس میں ان لوگوں کے لیے بڑا سبق ہے جو دنیا کی کامیابی کو حقیقی کامیابی اور دنیا کے مال و اسباب، طاقت، وسائل، اختیارات اور فنون کو عزت کا باعث سمجھتے ہیں۔ ان کے لیے یہاں قوم عاد کی مثال پیش کی جا رہی ہے۔ قوم عاد قومِ نوح کے بعد پہلی متمدن قوم تھی۔ ارم ان کے شاہی خاندان کا لقب تھا اور وہ اس نسبت پر بہت فخر کرتے تھے۔ انہیں یہ خصوصی امتیاز بھی حاصل تھا کہ دنیا میں ستونوں پر بڑی بڑی عمارتیں کھڑی کرنے کا طریقہ سب سے پہلے انہی نے شروع کیا تھا اور انہیں اپنے اس فن پر بھی بہت ناز تھا۔

﴿الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ⑧﴾ ”جن کے مانند نہیں پیدا کیے گئے (دنیا کے) ملکوں میں۔“

وہ خود بھی بڑے جسیم، قد آور، بڑے لحیم شحیم اور جسمانی قوتوں کے مالک تھے اور اپنی ان صلاحیتوں کے بل بوتے پر انہوں نے جس معیار کی تعمیرات کیں تھیں وہ بھی بے مثال تھیں۔ دونوں لحاظ سے ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ وہ اپنی اس منفرد اور امتیازی حیثیت کو نہ صرف اپنے لیے بڑی عزت کا باعث اور حقیقی کامیابی سمجھتے تھے اور بلکہ اس پر فخر بھی کرتے تھے۔

﴿وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ⑨﴾ ”اور ثمود کے ساتھ (کیا کیا آپ کے رب نے) جنہوں نے وادی میں چٹانوں کو تراشا تھا۔“

اسی طرح قومِ ثمود کے لوگ پہاڑوں کو تراشنے کے ماہر تھے۔ وہ بڑے بڑے پہاڑوں کو تراش کر خوبصورت کشادہ گھر اور محلات بناتے تھے۔ پہاڑوں سے تراشے

ہوئے ان کے گھر اور محلات آج بھی موجود ہیں۔ انہیں بھی اپنے اس فن پر بڑا ناز تھا اور اس فن کو اپنی امتیازی شان وشوکت، پہچان اور عزت کا باعث سمجھتے تھے۔

﴿ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ ⑩ ﴾ ''اور فرعون کے ساتھ (کیا کیا) جو میخوں والا تھا۔''

اوتاد' وتد کی جمع ہے جس کے معنی میخ کے ہیں۔ زمانۂ قدیم میں لکڑی کے ان کھونٹوں کو بھی میخ کہا جاتا تھا جن کے ساتھ خیموں کی رسیاں باندھی جاتی ہیں۔ قرآن میں دوسرے مقامات پر یہ ذکر بھی ہوا ہے کہ فرعون بڑی شان وشوکت اور بڑے لشکروں کا مالک تھا۔ جب وہ چڑھائی کرتا تو لشکروں کے خیمے نصب کرنے کے لیے کھونٹوں کا ایک بڑا ذخیرہ ان کے ہمراہ ہوتا۔ دوسرا مفہوم یہ بھی لیا جاتا ہے کہ وہ جس سے ناراض ہوتا اسے صلیب پر چڑھا کر اس کے جسم میں میخیں لگوا دیتا تھا۔ تاہم فرعون اور اس کے لشکر میخوں کے حوالے سے مشہور تھے اور وہ میخوں کو اپنی امتیازی شان اور عزت کا باعث سمجھتے تھے۔

﴿ الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ⑪ ﴾ ''جنہوں نے (اپنے اپنے) ملکوں میں سرکشی اختیار کی تھی۔''

دنیوی مال واسباب، شان وشوکت، قوت واختیار، فنون اور صلاحیتوں پر فخر نے ان اقوام کو اس اصل حقیقت سے غافل کر دیا تھا کہ حقیقی کامیابی اور عزت اُسی رب کے ہاتھ میں ہے جو اس کائنات کا خالق و مالک ہے اور یہ عزت اور کامیابی صرف انہیں کو ملے گی جو اُس رب کے سامنے خلوص نیت کے ساتھ سر جھکا لیں گے۔ یعنی اس کی نازل کی ہوئی تعلیمات اور بھیجے ہوئے نظام کے مطابق انفرادی اور اجتماعی زندگی کی بنیادیں استوار کریں گے۔ بجائے اس کے انہوں نے اپنے فن، صلاحیتوں، دنیوی مال واسباب، قوت اور وسائل کو کامیابی اور عزت کا ذریعہ سمجھ لیا تھا۔ جس کے پاس جتنے زیادہ وسائل تھے وہ اپنے آپ کو اتنا ہی عزت والا اور کامیاب سمجھتا تھا۔ اس کے مقابلے میں جس کے پاس جتنے کم وسائل اور جتنی کم طاقت تھی اس کو اتنا ہی ناکام اور حقیر سمجھا جانے لگا۔ ان کے اسی باطل تصور نے ان کو سرکشی کے راستے پر لا کھڑا کیا۔ یہاں تک کہ دنیا کی اس عارضی کامیابی اور عزت کے لیے انہوں نے جائز وناجائز، حلال وحرام کی تمیز کھو دی اور نبیوں اور رسولوں پر نازل کی گئی ہدایات کا انکار کیا جانے لگا۔

﴿ فَأَكْثَرُوا فِيهَا الْفَسَادَ ⑫ ﴾ ''سو انہوں نے ان میں بکثرت فساد پھیلا دیا تھا۔''

ان قوموں کی سرکشی پر مبنی روش سے معاشرے میں جو نظام ترتیب پایا وہ ظلم وجبر واستبداد پر مبنی نظام تھا۔ کیونکہ قوت، غلبہ، اقتدار اور اختیار طاقتور اور مالدار طبقہ کے ہاتھ میں چلا گیا تھا جبکہ کمزور اور غریب طبقہ کے لوگوں کا استحصال ہونے لگا تھا۔ یہ سارا فساد کامیابی اور ناکامی، عزت اور ذلت کے دنیوی تصور کے باعث پھیلا اور اسی تصور نے ان قوموں کو اللہ کے دین سے سرکشی پر آمادہ کیا۔

﴿ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ⑬ ﴾ ''تو دے مارا ان کے اوپر آپ کے رب نے عذاب کا کوڑا۔''

اللہ تعالیٰ نے ان قوموں کی اصلاح کے لیے پیغمبروں کو بھیجا۔ قوم عاد کی طرف ہود علیہ السلام کو اور قوم ثمود کی طرف صالح علیہ السلام کو بھیجا گیا، اسی طرح قوم فرعون کی طرف موسیٰ و ہارونؑ کو بھیجا گیا مگر دنیوی شان وشوکت، عزت، قوت واقتدار اور کامیابی کے دنیوی معیار نے ان قوموں کو اس قدر دھوکے میں ڈال رکھا تھا کہ حقیقی کامیابی کے راز کی حامل دین کی فطری تعلیمات ان کی سمجھ میں نہ آسکیں اور وہ سرکشی پر ڈٹے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ کی طرف سے دردناک عذاب نے انہیں آگھیرا اور ان کی وہ تمام صلاحیتیں، فنون، قوت، وسائل ان کے کچھ کام نہ آسکے جن کی وجہ سے وہ مشہور تھے اور جن کو وہ اپنے لیے عزت و کامیابی کا باعث سمجھتے تھے۔ اس آیت میں اگرچہ قریش کو یہ باور کرایا گیا کہ آج تمہارے پاس بھی محمد ﷺ وہی تعلیمات لے کر آئے ہیں جو ان قوموں کی طرف ان کے نبی اور رسول لے کر آئے تھے، اگر تم ان کی تعلیمات پر ایمان نہیں لاؤ گے تو پھر یاد رکھو کہ تم طاقت اور قوت میں ان قوموں کا

پریس ریلیز 21 اکتوبر 2016ء

ہماری پارلیمنٹ عالمی طاغوتی قوتوں کے دباؤ پر قانون سازی کرتی ہے

غیرت کے نام پر قتل کے حوالہ سے قانون سازی کرتے ہوئے پارلیمنٹ نے قرآن وسنت کے احکامات سے مکمل طور پر انحراف کیا ہے

حافظ عاکف سعید

ہماری پارلیمنٹ عالمی طاغوتی قوتوں کے دباؤ پر قانون سازی کرتی ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطبہ جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ غیرت کے نام پر قتل کے حوالہ سے قانون سازی کرتے ہوئے پارلیمنٹ نے قرآن اور سنت کے احکامات سے مکمل طور پر انحراف کیا ہے اور ایک نوع کے قتل کو دوسرے قتل سے فرق کر کے خلافِ شریعت قانون بنایا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ بدقسمتی سے پہلے ہی ہمارے آئین میں قرآنی احکامات کے خلاف یہ شق شامل ہے کہ قاتل کو سربراہ مملکت معاف کرسکتا ہے حالانکہ شریعت کے مطابق یہ حق صرف مقتول کے ورثاء کو حاصل ہے۔ مزید برآں یہ قانون بنا کر کہ غیرت کے نام پر قتل پر قاتل کو اُس صورت میں بھی 25 سال کی سزا دی جائے گی جبکہ مقتول کے ورثاء اُس کو معاف کر چکے ہوں گے۔ یہ ترمیم شریعت محمدیؐ کی صریحاً خلاف ورزی ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم اللہ کو ناراض کر کے ساری دنیا کو بھی اپنا دوست اور حلیف بنالیں گے تب بھی انجام بد سے نہیں بچ سکیں گے۔ اُنہوں نے کہا کہ آئین کی اس شق کو تمام آئین پر حاوی ہونا چاہیے کہ قرآن وسنت کی بالادستی ہوگی اور کوئی قانون قرآن اور سنت کے خلاف نہیں بنے گا۔ اُنہوں نے سینیٹر مشاہد حسین کے اس بیان پر تشویش کا اظہار کیا کہ جنگ کے بادل ابھی چھٹے نہیں ہیں اور بھارت اپنا جدید ترین اسلحہ سرحدوں پر جمع کر رہا ہے۔ اُنہوں نے کہا ایسے موقع پر قوم میں اتفاق واتحاد کی شدید ضرورت ہے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت، تنظیم اسلامی)

عشرِ عشیر بھی نہیں ہو۔ اگر ان کی کوئی قوت یا صلاحیت انہیں ہماری گرفت سے نہیں بچا سکی تو تمہاری بھی کوئی تدبیر تمہارے کام نہیں آسکے گی۔ لیکن حقیقت میں ان قوموں کے انجام بد میں تاقیامت تمام قوموں کے لیے نشانِ عبرت رکھ دیا گیا ہے کہ اگر انہوں نے بھی سرکشی اور فساد کی روش ترک نہ کی تو انہیں بھی بدترین انجام سے ان کی کوئی طاقت، صلاحیت یا تدبیر بچا نہیں سکے گی۔

﴿اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿١٤﴾﴾ ''بے شک آپ کا رب تو (سرکشوں اور مفسدوں کی) تاک میں ہے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ افراد یا اقوام کے اعمال سے بے خبر نہیں ہے۔ البتہ اُس نے ہر فرد اور ہر قوم کو ایک معینہ وقت تک مہلت دے رکھی ہے اور وہ دیکھ رہا ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں۔ جیسے ہی مہلت کا وقت ختم ہو جائے گا وہ اللہ کی گرفت میں ہوں گے اور پھر ان سابقہ اقوام کی طرح انہیں دردناک عذاب سے کوئی بچا نہیں سکے گا۔

﴿فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ﴿١٥﴾﴾ ''انسان کا معاملہ یہ ہے کہ جب اس کا ربّ اسے آزماتا ہے پھر اسے عزت دیتا ہے اور نعمتیں عطا کرتا ہے تو وہ کہتا ہے میرے رب نے مجھے عزت دی!''

﴿وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ﴾ ''اور جب وہ اسے آزماتا ہے پھر اُس کا رزق اس پر تنگ کر دیتا ہے''

﴿فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ﴿١٦﴾﴾ ''تو وہ کہتا ہے میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا!''

ان آیات میں اللہ نے یہ بات شکوے کے انداز میں رکھی ہے لیکن ہم سوچیں گے کہ انسان ٹھیک ہی تو کہہ رہا ہے۔ یہ تو نہیں کہہ رہا کہ مجھ پر فلاں بت کی نظر کرم ہوئی ہے اس لیے مجھے عزت ملی ہے یا فلاں دیوی مجھ سے ناراض ہو گئی ہے لہٰذا میں ذلیل ہوا ہوں۔ وہ یہی کہہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نعمتوں سے نواز کر عزت دی ہے۔ دوسرا بھی یہی کہہ رہا ہے کہ اللہ نے ہی مجھے ذلیل و رسوا کیا ہے۔ بظاہر تو یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ۭ﴾ (آلِ عمران:26) ہی کا اقرار ہے' کہ اے اللہ تو جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور تو جسے چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے۔ تو پھر یہاں ان جملوں کو آخر قابل مذمت کیوں ٹھہرایا گیا ہے؟ یہیں یہ سوال بھی پیدا ہوتا کہ دنیا میں عزت اور ذلت کا جو معیار انسان نے سمجھ رکھا ہے وہ صحیح ہے؟ چنانچہ فرمایا:

﴿كَلَّا﴾ ''ایسا ہر گز نہیں ہے!''

یعنی اس نے اپنے مقصد حیات کو سمجھا ہی نہیں ہے۔ تمام نبی اور رسول جس بات کی خبر دیتے آئے ہیں اور جو پیغام انہوں نے پہنچایا اس کو انسان نے حقیقت میں سمجھا ہی نہیں۔ وہ سب سے بڑی حقیقت جس کو انسان نظر انداز کر رہا ہے وہ یہ ہے کہ یہ دنیا دارالآزمائش ہے۔ یہاں کی کامیابی اصل کامیابی، یہاں کی عزت اصل عزت اور یہاں کی ذلت اصل میں ذلت ہے ہی نہیں۔ بلکہ یہاں تو انسان کا امتحان ہو رہا ہے اور اس امتحان کی خاطر اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو تنگی دے دیتا ہے اور کچھ کو بہت زیادہ نواز دیتا ہے۔ انسان سمجھتا ہے کہ اللہ نے اسے عزت دے دی لہٰذا وہ کامیاب ہو گیا۔ دوسرا سمجھتا کہ اللہ نے اسے محروم کر کے اسے رسوا کر دیا۔ حالانکہ یہاں کامیابی یا ذلت والا معاملہ ہے ہی نہیں۔ کون کامیاب ہے، کون عزت والا ہے اور کون رسوا اور ذلیل ہے، اس کا پتا تو انسان کو آخرت میں پہنچ کر ہی چلے گا۔ دنیا کی کامیابی، عزت اور ذلت صرف امتحان کے لیے ہے۔ ہمارا سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے کہ ہم اصل امتحان کو بھولے بیٹھے ہیں اور کامیابی و ناکامی کے سارے تصورات صرف دنیا کی زندگی سے وابستہ کر لیے ہیں۔ یہ سب سے بڑی جہالت ہے۔ حالانکہ حقیقت میں دیکھا جائے تو جس کو دنیا میں زیادہ مال و دولت، قوت، اختیار اور وسائل مل گئے تو وہ زیادہ سخت امتحان میں ہے۔ اس کے لیے اس دنیا کے امتحان میں کامیابی کے امکانات بہت کم ہیں۔ اس لیے کہ مال و دولت بھی انسان کی بڑی کمزوریوں میں سے ہے اور قرآن و حدیث میں اس کی پوری وضاحت موجود ہے کہ دولت انسان کو غافل کر دیتی ہے۔ اس کی وجہ سے انسان غلط رستے پر چل پڑتا ہے اور اس حالت میں اپنے آپ کو سنبھالنا، صراطِ مستقیم پر چلنا، گناہوں سے رُکنا زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ گویا وہ شخص زیادہ خطرے میں ہے جس کے بارے میں ہم سمجھ رہے ہیں کہ اس پر اللہ کا بڑا فضل ہوا ہے۔ اس کے لیے زیادہ امکان ہے کہ سیدھے راستے سے ہٹ جائے اور سرکش اور باغی ہو جائے اور دوسرا یہ کہ اس کا حساب بھی سخت ہوگا۔ اس کے مقابلے میں جس کو دنیا میں کم نعمتیں ملیں اس کا حساب بھی آسان ہوگا اور اس کے لیے اس امتحان میں کامیابی کے زیادہ امکانات ہیں۔ معروف حدیث کا مفہوم ہے کہ روزِ قیامت ابن آدم کے قدم ہل نہیں سکیں گے جب تک ان سے پانچ باتوں کا حساب نہ لیا جائے اور ہر شخص انفرادی حیثیت میں اللہ کی عدالت میں پیش ہوگا۔ تب کوئی ساتھی، کوئی معاون، کوئی قانونی مشیر کام نہیں آسکے گا۔ وہاں پوچھا جائے گا کہ عمر کہاں ضائع کی، ایک ایک لمحے کا حساب دو۔ خاص طور پر جوانی کا دور کیسے گزارا۔ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔ لہٰذا جن کو دنیا میں زیادہ مال و دولت، زیادہ وسائل ملے تو وہ تو پھر قابل رحم ہیں۔ جبکہ ہم سمجھتے ہیں کہ وہ بڑے کامیاب، نصیب والے اور رول ماڈل ہیں۔

﴿كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ﴿١٧﴾﴾ ''ایسا ہر گز نہیں' بلکہ تم لوگ یتیم کی عزت نہیں کرتے۔''

یہاں کامیابی اور ناکامی، عزت اور ذلت کا اصل معیار سامنے آجاتا ہے کہ دنیا میں مال و دولت کا حاصل ہونا اصل کامیابی اور عزت کی ضمانت نہیں ہے بلکہ اصل کامیابی اور عزت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے میں ہے۔ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرنے، اللہ کے دین کی خاطر اپنا وقت لگانے اور دین کے غلبہ کو اپنی زندگی کا مقصد بنانے میں ہے۔ ورنہ دنیا میں عاد و ثمود اور قوم فرعون نے بھی بڑی عزت اور شہرت حاصل کی، ان کے پاس بھی بڑے وسائل اور بڑی صلاحیتیں تھیں لیکن وہ اسباب بھی انہیں ہمیشہ کی رسوائی سے بچا نہ سکے۔ کیونکہ انہوں نے دنیا میں کامیابی اور عزت و شہرت کے لیے جائز و ناجائز، حلال و حرام کا فرق مٹا دیا تھا اور اس بنیاد پر ظلم و استبداد پر مبنی نظام ترتیب دے کر فساد پھیلایا تھا۔

آج ہم بھی اللہ کے نازل کردہ دین کے برعکس ظلم و تعدی پر مبنی ایسا نظام قائم کیے ہوئے ہیں جس میں قوت، غلبہ و اختیار کی چابی صرف اور صرف دولت کو سمجھ لیا گیا ہے اور دولت ہی عزت اور کامیابی کا ذریعہ سمجھی جا رہی ہے۔ اس جھوٹی عزت اور کامیابی کو حاصل کرنے کے لیے جائز و ناجائز، حلال و حرام کا فرق مٹا دیا گیا ہے۔ چنانچہ اس لوٹ کھسوٹ کے نظام میں قوت، غلبہ و اختیار سرمایہ داروں کے ہاتھ میں چلا گیا ہے اور جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے مصداق جو جتنا زیادہ طاقتور ہے وہ اتنا ہی نچلے طبقے کا استحصال کر رہا ہے۔ قانون صرف دوسروں کے لیے ہے جبکہ طاقتور کے لیے کوئی قانون نہیں ہے۔ یتیم، غریب و مسکین کا کوئی پرسان حال ہونا تو دور کی بات، اُلٹا یہاں پر غریب طبقہ ظلم و استحصال کی چکی میں پس رہا ہے۔ ان حالات میں ہمارے لیے بھی یہ سوچنے کا مقام ہے کہ اس قدر ظلم و فساد پر مبنی نظام اور اللہ کے دین سے سرکشی کے باوجود کیا ہمارے دنیوی وسائل، ایٹمی صلاحیت، طاقت ہمارے کام آسکے گی؟ جبکہ اللہ یہاں فرما رہا ہے کہ وہ سرکشوں اور فساد پھیلانے والوں کی تاک میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھنے اور غور کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

......جوہرِ زندگی نہیں

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

پاکستان ترقی کے زینے پر اگر کوئی منزلیں سر کرتا ہے تو معجزے سے کم نہیں۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ہم تو عید الفطر سے چھٹیاں گنتے اور شہر کی ناکہ بندیاں دیکھتے حیران ہیں۔ عید الاضحیٰ، محرم مسلسل ہفتہ ہفتہ بھر چھٹیاں، تعلیمی ادارے پہلے تعطیلات گرما سے بمشکل بحال ہوئے۔ (اسلام آبادیوں بھی پردیسیوں کا شہر خالی ہونے پر ادھار کھائے بیٹھا رہتا ہے) محرم الحرام ناکوں کا مہینہ ہے۔ عاشورے سے پہلے کے ناکے اصولاً 11 محرم پر ختم ہو جانے چاہئیں تھے۔ لیکن حکومت اور گورننس نجانے کہاں پائی جاتی ہے۔ پنڈی اسلام آباد میں ٹریفک کی روانی کا نہ کوئی پیشگی پلان اعلان نہ سڑکوں گلیوں چوراہوں میں راستہ بدلتے تلاش کرتے عوام الناس کا کوئی پُرسانِ حال، دفاتر، تعلیمی اداروں تک کیونکر پہنچیں۔ مسافروں کا اڈوں ہوائی اڈوں تک پہنچنا مشکل۔ کبھی قوم کے شاہوں، شہزادوں کی سواری باد بہاری کا روٹ لگا کر عوام کے راستے میں روڑے اٹکا دیئے جاتے ہیں۔ بچے رکشاؤں میں جنم لیں۔ مریض ایمبولینس میں پڑا سدھار جائے۔ ہر سال محرم آنے کے باوجود ہم کوئی نظام وضع نہیں کر سکے کہ کاروبار زندگی معطل ہونے اور اتنی بڑی آبادی کو ناکہ بندیوں کی نذر ہونے سے بچایا جا سکے۔ یا عوام کو ستا کر ثواب دارین حاصل کرنا مطلوب ہے؟ ابھی تو اسلام آباد کو عمران خان دھرنے کے لیے بھی جگہ تھام کر بیٹھنا ہے۔ کیونکہ وہ کمبل لانے اور بیت الخلاء کھدوانے کی وارننگ دے چکے ہیں۔ اب وہ کمبل ہونے چلے ہیں۔ طاہر القادری دھرنے نے اسلام آباد کے مشام جاں جو بیت الخلاؤں سے معطر کئے تھے ان کی یاد سے جھرجھری طاری ہوتی ہے۔ دار الخلافے کو دعا ہی دے سکتے ہیں۔ تیری ہواؤں کی خیر تیری فضاؤں کی خیر! اذانوں کے مقابل جو میوزیکل شوز سیاست کے نام چلیں گے۔ ان کی اذیت رسانی مستزاد ہے۔ سرحدوں پر کھڑی دشمن کی فوج۔ اور ہم اپنے دشمن آپ!

اگلی خبر دیکھئے تو شاید مذکورہ بالا ساری باتیں سمجھ آ جائیں! 10 اکتوبر دماغی صحت کا عالمی دن تھا۔ عالمی ادارۂ صحت کہتا ہے۔ دنیا بھر میں 50 کروڑ افراد کسی نہ کسی دماغی عارضے میں مبتلا ہیں۔ جس میں ڈپریشن اور شیزوفرینیا سرفہرست ہے۔ شیزوفرینیا کی تفصیل تو بہت مفصل ہے۔ عمومی طور پر یہ کہ ایسا دماغی عارضہ جس میں شخصیت بے ربط ہو جاتی ہے۔ بول چال پر قابو نہیں رہتا۔ گفتگو سے یہ مرض پہچانا جاتا ہے۔ آپ عملی مثال دیکھنا چاہیں تو امریکی الیکشن میں دنیا کی واحد سپر پاور کی کرسیٔ اقتدار جھپٹ لینے کو بے قرار ڈونلڈ ٹرمپ کو دیکھ لیجئے۔ حال ہی میں ٹرمپ کی منظر عام پر آنے والی بے ہودہ گفتگو خود امریکہ کی دماغی صحت پر رواں تبصرہ ہے۔ ہم یہ طعنہ سنتے چلے آئے تھے کہ مغربی ممالک میں عورت جس حال، حلیے میں بھی پھرے کوئی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا، پرواہ نہیں کرتا۔ ٹرمپ کی زبان سارے احوال کہے دیتی ہے۔ گرہی صدر وہی لیڈر، کار زنان تمام خواہد شد! قبل ازیں کرسیٔ صدارت کے ساتھ بل کلنٹن جو کر چکے وہ کیا کم تھا۔ اس دور میں صبح سویرے انگریزی اخبار کے کلنٹن بھرے ضمیمے ہم سیدھا وصول کر کے ردی برد کرتے تھے بچوں کے اخلاق کے تحفظ کی خاطر۔ وہاں عورت کو کوئی نہیں دیکھتا۔ چشم سیر ہیں۔ ان دو صدور کے اخلاق کو جان کر وہاں عورت زرہ بکتر اور خود پہن کر بھی نکلے تو کم ہے۔ سو عالمی سطح پر دماغی صحت نہایت مخدوش ہے۔ گزشتہ 16 سال کے عالمی حالات پر ایک نگاہ یہ بتاتی ہے کہ یہ امراض، ذہنی پراگندگی، شقاق دماغی، بے چینی، اضطرار، بے ربط گفتگو سیاست دانوں اور لیڈروں کی سطح پر شدید تر ہے۔ بش (بمعنی جھاڑی) نے اپنی ایک ٹرم میں دنیا کو وحشت و سربریت کے ایک جنگل میں بدل ڈالا۔ 5 ہزار کے بدلے لاکھوں مار ڈالے لیکن امریکی قوم نے اسے ہی دوبارہ منتخب کیا۔ یہی سب کچھ اوباما نے کیا اور وہ بھی دوبارہ منتخب ہوا۔ اب متبادل ہمارے سامنے ٹرمپ کی صورت موجود ہے۔ شام میں بشار الاسد کی خونخواری، مصر کا السیسی، بنگلہ دیش کی حسینہ واجد، برما اور بھارت میں مسلمانوں کے خون کے پیاسے لیڈر! دنیا ایک ایسے جنگل کا روپ دھار چکی ہے۔ جسے دیکھ کر درندے دل کا دورہ پڑ کر مر جائیں! فلسفوں کی آڑ میں دنیا اجڈ گنوار ہائی ٹیک جانوروں کی گرفت میں ہے۔ کتوں اور خنزیروں کا منہ چاٹنے والے اپنی تہذیب پر سراپا تفاخر ہیں۔ انسان نے انسان کو شدید ترین اذیت دے کر مارنے میں ترقی کی وہ منزلیں سر کی ہیں جو شام میں کیمیائی ہتھیاروں کی ویڈیوز میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ شامی نوجوانوں اور عورتوں بچوں کو قیامت سے گزرتے دیکھ کر بھی دنیا ہنستی بولتی کھاتی پیتی ہے؟ جہاز، پل، سڑکیں، فلک بوس عمارات بنانے والے احساسات وجذبات سے عاری روبوٹوں یا وحشت زدہ انسانوں کی دنیا ہے۔ معاشرتی سطح پر انسان کس حال میں ہے؟ مغربی دنیا ایک بہت بڑے بحر مردار کا نام ہے۔ بدترین اعمال کو تہہ در تہہ فلسفوں میں خوبصورت زبان و بیان کی پیکنگ میں پیش کیا جا رہا ہے۔ عذاب رسیدہ بستیوں کے سے اعمال نہ صرف مقبول ٹھہرے بلکہ انہیں قانونی شکل دی گئی۔ امریکی انتخابات (و دیگر مغربی ممالک میں بھی) میں اہم ترین قومی، مسائل میں بحر مردار (قوم لوطؑ) کی تہذیب کو قبول عام دینا۔ اسقاط حمل کی قانونی اجازت ہونا سرفہرست رہا ہے۔ دو مردوں کی شادی بچہ کہیں سے (حرام عموماً) گود لے کر دونوں میں سے ایک باپ ٹھہرا اور ایک ماں۔ ایک کے مر جانے پر دوسرا، اس کی بیوہ قرار پا کر پنشن کی حقدار! یہ سب نارمل ہے! (یہ پاکستان پر تھوپنے کی سر توڑ کوشش نجی تعلیمی اداروں، مغربی سفارت خانوں اور این جی اوز کے ذریعے جاری ہے) اسی طرح دو عورتوں کی شادی۔ تفو برتو! ابھی دل دماغ ان سانحوں اور روحِ انسانی کی ان متعفن کثافتوں سے نمٹ نہ پایا تھا کہ مغرب میں ایک اور طوفانِ بدتمیزی اٹھا اور چھا گیا۔

اس کے بہت سے نام ہیں۔ ہمارے ہاں فطری طور پر یہاں وہاں پائے جانے والے مخنث، وہاں اہل مغرب کے ہاں کسی اور ہی صورت میں ہیں۔ مثلاً Transvestite وہ جو جنس مخالف کا لبادہ اوڑھنا پسند کرتے ہیں۔ اب بے شمار نہایت مہنگے آپریشن بلاضرورت بلاوجہ (خلل دماغ کے سبب) جنس بدلوانے کے ہو رہے ہیں۔ حد درجے دیوانی کہانیاں جنہیں فلسفوں، فرائیڈی نفسیات کی فکری پراگندگیوں کے لبادے اوڑھا کر قبول عام دینے کے لیے صفحات سیاہ کیے گئے ہیں۔ اسی پر بس نہیں۔ ایک انسان نما وہ بھی ہے جو Gender Fluid (صنفی سیال) کہلاتا ہے۔ یعنی وہ جو کبھی مرد اور کبھی عورت ہے۔ یہ ایک ہی دن میں الگ الگ روپ دھار سکتا ہے۔ یعنی

جب اور جتنا عرصہ مرد یا عورت جیسا رہنا چاہیے۔ دنیا لائق آمد دجال بنانے کے لیے بہت کام ہو چکا۔ ہمارے ہاں لاہور کے مشہور و معروف نجی تعلیمی ادارے میں ایک لڑکا، لڑکی کا روپ دھار کر، درج بالا اصولوں کے مطابق لڑکیوں کے ہوسٹل میں جگہ بنا چکا/ چکی ہے۔ نوجوانوں میں مغرب کی ہر فکری گمراہی کا سوائن فلو پھیلانے کے جرثومے درآمد کیے جا رہے ہیں۔ اس کا نوٹس لینے کی کوئی ضرورت نہیں محسوس کی جاتی! جبکہ حال ہی میں ایک معزز و محترم دینی خانوادے کا چشم و چراغ باپ، بخار میں سلگتے ہوئے کو گھسیٹ کر تھانے لے جا ڈالا کہ پولیو کے قطرے بچے کو پلانے میں تساہل ہو گیا تھا!

(حالانکہ خود مغرب میں پولیو و دیگر حفاظتی ٹیکے نہ صرف قانوناً لازم نہیں بلکہ حد درجے متنازعہ بھی قرار دیے گئے ہیں خود والدین کی تحقیق کے نتیجے ہیں) مغرب کی مخدوش دماغی صحت کی متذکرہ بالا علامات تو صرف اس مسموم، متعفن، عفونت زدہ دیگ کا ایک دانہ ہے۔ وگرنہ اسلامی نقطۂ نظر تو کجا (چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک) انسانی اعتبار سے بھی حال دگرگوں ہے۔ اقبالؒ اب ہوتے تو کیا کہتے۔ اس وقت کہہ چکے۔ تیرے محیط میں کہیں جوہر زندگی نہیں۔ ڈھونڈ چکا میں موج موج دیکھ چکا صدف صدف! ان کے نقش قدم پر چلتے اب کتوں کی محبت بھی روز افزوں ہے۔ کیٹ واک کے بعد ڈاگ واک اور کتا شوز، مقابلہ ہائے حسن سگاں! تا آنکہ کراچی بلدیہ نے کتے معقول حد سے تجاوز کر جانے پر کتا مار مہم شروع کی تو کتوں کے بہی خواہ عدالت جا پہنچے۔ تحفظ حقوق سگاں کی خاطر! باوجود یہ کہ سندھ میں 141 افراد کو باؤلے کتے نے کاٹ لیا! اب باؤلے کتے بھی کیا آقاؤں کے تتبع میں بچا سنبھال کر رکھے جائیں گے؟ مسلم دنیا میں ہم پر چھوڑے گئے کیا کم ہیں جو اب مزید کی گنجائش باقی ہو! شہاب نامے میں قدرت اللہ شہاب نے لارڈ میکالے کے نظام تعلیم کی تباہ کاری پر بات کرتے ہوئے لکھا کہ ہندوستان میں حکمرانی کی صلاحیت ہزار سالہ تجربے کی بنا پر صرف مسلمان کے پاس تھی سو اس کا سر کچلنا ضروری تھا۔ اب ہم نسل در نسل اس نظام تعلیم سے تیار کردہ غلاموں کے دور میں داخل ہو چکے ہیں جہاں کچلے سر والے دولے شاہ کے چوہوں کا راج ہے۔ آزاد تو صرف وہ ہے جو ایک اللہ کا غلام ہے۔ جس کی وژن قرآن و سیرت نبوی ﷺ سے مستنیر ہے۔ جس کا سرمایۂ فخر ایک ہی ہے۔ ختم الرسل ﷺ کا امتی ہونا!

مجھ سے تنہا کے مقابل، تیرا لشکر نکلا!

آمنہ مفتی

کشمیر کا خطہ اپنی جغرافیائی اور ثقافتی نیرنگیوں کے باعث ہندوستان کی دیگر دیسی ریاستوں سے ہمیشہ ہی سے مختلف رہا ہے۔ کشمیری پورے خطے میں اپنی علیحدہ پہچان رکھتے ہیں۔ خواہ وہ کشمیر کی وادی میں رہنے والے کشمیری ہوں، یا صدیوں پہلے امرتسر، لاہور اور جالندھر وغیرہ میں آ کر بس جانے والے کشمیری ہوں، ہجوم سے الگ ہی نظر آتے ہیں۔

کشمیریوں کا رہن سہن، ان کی ثقافت، ان کے کھانے، پہناوے اور ان کی دستکاریاں، سب ہی ثابت کرتے ہیں کہ کشمیری ایک حیرت انگیز حد تک صابر، مستقل مزاج اور محنتی قوم ہے۔ کشمیر کی شال، زیور، لکڑی کی نقاشی، قالین بافی، برتنوں پر نقاشی، ہر فن اپنی جگہ بہت تحمل اور صبر کا متقاضی ہے۔ وہ کشمیری جو ان فنون سے نابلد تھے، روزی کمانے کے لیے لوگوں کا وزن اٹھایا کرتے تھے۔ یہ کشمیری مزدور ہاتو کہلاتے تھے۔

ہاتوؤں کے بارے میں ایک بات مشہور تھی کہ یہ وزن کبھی سر پہ نہیں اٹھاتے، اٹھوانے کو جتنا مرضی وزن دے دو، چوں نہیں کرتے، لیکن سر پہ ایک تنکا بھی نہیں رکھتے، سر ہمیشہ بلند رکھتے ہیں۔

کشمیر میں جاری حالیہ کشیدگی کو قریباً تین ماہ سے زاید ہو گئے ہیں۔ بھارت نے، جو خود بھی آزادی کی ایک طویل جدوجہد کے بعد وجود میں آیا ہے، کشمیریوں کے ساتھ وہی رویہ رکھا ہوا ہے جو ایک آمر حکومت، آزادی کا نعرہ لگانے والوں کے ساتھ روا رکھتی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس رویے سے آزادی کا راستہ کبھی نہیں رکتا، صرف خون بہتا ہے اور خون جتنا بہتا ہے، آزادی کا سورج اتنا ہی روشن نکلتا ہے۔ بھارت سرکار نے گولی، لاٹھی کا سہارا لیا۔ کچھ حاصل نہ ہوا، کرفیو لگایا، کچھ نہ ملا، مذاکرات کی دعوت دی اور کہا کہ ہمارے دروازے ہی نہیں روشندان بھی مذاکرات کے لیے کھلے ہیں، مذاکرات نہیں ہوئے۔ آخر کسی بزرجمہر نے سمجھایا کہ کشمیر کی آزادی کی اس جدوجہد کو مذہبی تحریک سے منسلک کر دو، ساری حمایت آن کی آن میں دم توڑ جائے گی۔

کشمیریوں کی تحریک قیام پاکستان سے پہلے سے چل رہی ہے۔ یہ وہ دور تھا جب پورا ہندوستان، برطانوی استعمار کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ہندوستان آزاد ہو گیا، مگر کشمیریوں کی آزادی ابھی دور تھی۔

اسی طرح جیسے ایک عام ہندوستانی پارچہ جلد بن کر بازار میں آ جاتا ہے، سادہ فرنیچر چند ہفتے میں تیار ہو جاتا ہے اور عام کھانے، زیادہ سے زیادہ آدھے گھنٹے میں پک جاتے ہیں، لیکن ایک کشمیری شال تیار ہونے میں، اخروٹ کی لکڑی پہ کشمیری نقاشی کا ایک بیڈ سیٹ بننے میں اور کشمیری ہریسہ پکنے میں بہت وقت لگتا ہے۔ (بعض شالیں تو ہم نے ایسی دیکھیں کہ پورے پورے موسم سرما کی سوزن کاری کا شاہکار تھیں) عین اسی طرح کشمیر کی آزادی بھی ہندوستان کی آزادی کی نسبت تعطل کا شکار ہو گئی۔

کشمیری نہایت صبر اور تحمل سے اپنی آزادی کا قالین بن رہے ہیں۔ آزادی کی یہ شال، جس پہ حریت کے طلب گاروں کے خون کے شگوفے ہیں، چناروں کے پتے اور لاپتہ ہو جانے والوں کی منتظر آنکھوں کے رتجگے ہیں۔ اس شال کے تانے بانے ماؤں کے آنسوؤں اور بوڑھے باپوں کی آہوں سے بنے جا رہے ہیں۔ اس شال کا رنگ سرخ ہے، گہرا سرخ اور اس پہ وادی کی برفوں کی سفیدی اور نیلم کی نیلاہٹیں بکھری ہوئی ہیں۔

اخبارات کی سرخیاں کہتی ہیں کہ بھارت کا مؤقف علیحدگی کے بارے میں واضح اور غیر لچکدار ہے۔ وہ اس وادی کو اپنا اٹوٹ انگ ہی سمجھتے رہیں گے۔ حالانکہ اب یہ انگ وہ بدنما مسہ بن چکا ہے جو ہر ہندوستانی فلم میں ولن کے منہ پر ہوتا ہے۔ ہوتا وہ بھی اس کا اٹوٹ انگ ہی ہے، اور چونکہ وہ ولن بھی بھارتی ساختہ ہوتا ہے (باقی صفحہ 17 پر)

قرآن وسنت کو کن لوگوں نے پاک وطن کا سپریم لاء نہیں بننے دیا؟

پروفیسر ڈاکٹر جمعہ خان کاکڑ

پاکستان مانگنے پر مسلمانوں کے جلادیے جانے والے گھروں کی راکھ سے اُٹھتے ہوئے دُھوئیں، خاک و خون میں لتھڑی ہوئی لاشوں اور ''مسلمانوں کے دو ہی استھان قبرستان یا پاکستان'' کے وحشت ناک نعروں کی گونج میں، صرف اللہ تعالیٰ کے فضل سے بننے والے پاکستان کی سپریم کورٹ کے چیف جسٹس نسیم حسن شاہ کے فُل بینچ نے Pld 1992 SC 595 کے تحت جولائی 1992ء کو ایک ایسا فیصلہ سنادیا کہ محبان پاکستان کے لٹے پٹے قافلے کو ''یہ جانتا اگر، لُٹا تا نہ گھر کو میں'' کے مصداق اپنی قربانیوں پر افسوس ہوتا محسوس ہوا۔ اس فیصلے نے پاکستان کے بنیادی ستون کو ہی گرادیا اور شرعی قوانین کے نفاذ کا جو خواب ہمیں بار بار دکھلایا گیا تھا اس کو خاک میں ملادیا۔ ہندوستان تو مسلمانوں کو قبرستان نہ پہنچا سکا مگر اس فیصلے نے تو محبان پاکستان کو ضرور قبروں میں پہنچادیا۔

".....even a law as to its repugnancy cannot be tested on the touch stone of article 2-A and even if found repugnant to the principles & provisions set out there in cannot be struck down..."

سادہ الفاظ میں سپریم کورٹ نے آئین پر قرآن وسنت کی بالادستی کو تسلیم نہ کرنے کا فیصلہ دیا ہے۔ لٹے، پٹے اور کٹے جسموں کے ساتھ پاکستان پہنچنے والے قافلوں کی تمناؤں کے قبرستان پر جمائی ہوئی اقتدار کی کرسیوں پر براجمان ہوس واقتدار کے حریص اور مال پانی بنانے کے شیطانی ہنر سے آراستہ حکمرانوں، سیاستدانوں اور کمیشن پر کام کرنے والے ان کے ایجنٹوں نے قرآن وسنت کے آئینی و قانونی نفاذ اور اس کی بالادستی کے مخالف اس عدالتی فیصلے کا خیر مقدم کیا۔ بہت سے کلمہ گو لوگوں نے بھی اس عدالتی فیصلے پر بے انتہا خوشی کا اظہار کیا تھا اور آج بھی اسی فیصلے کو دلیل بنا کر آئین کی اسلامی شقوں 2A، 2(2)a,b,c، 31(1)، 31، 38(f)، 227 اور 230 کے غیر موثر اور بے عمل ہونے اور کردیے جانے کی خوشی میں بغلیں بجا رہے ہیں اور پس پردہ ہولناک مگر خاموش سازشیں بھی کر رہے ہیں۔ رہے مذہبی پہلوان تو وہ موجودہ داغدار انتخابی اکھاڑوں میں عوام کی اکثریت کے ہاتھوں ہر دفعہ مار کھانے کے بعد بھی دوبارہ اعلیٰ عہدوں، چیئر مین شپ اور وزارتوں کے سنگھاسن پر بیٹھنے کی آس دل میں سجائے اسی بدبودار انتخابی سیاست کے رسیا بنے رہے۔ سرکاری عہدوں ومراعات کے رسیاء سیاسی وغیر سیاسی علماء کی بھی اکثریت حکومتی عہدے حاصل کرنے کے بعد عوام سے کہتی رہی ہے کہ ملک میں اسلامی نظام نافذ ہے۔ جبکہ سپریم کورٹ آف پاکستان کے ریٹائرڈ چیف جسٹس جناب سعید الزمان صدیقی، جناب کاشف عباسی ایک ٹی وی پروگرام (8-8-2012) میں خود یہ اقرار کر چکے ہیں کہ پاکستان میں شریعت کا قانون نافذ نہیں ہے۔ بدقسمتی سے مذہبی لوگوں کے دوسرے طبقے یعنی خانقاہی مشائخ کی اکثریت نے شریعت کو پس پشت ڈال کر طریقت کی دُکانیں سجائی ہیں۔ اپنے بزرگوں کی قبروں پر چڑھائی گئی چادریں، چڑھاوے، نذرانے وغیرہ وصول کر کے خوب اچھا کاروبار چمکایا ہے۔ مریدوں کو گدیوں کے سامنے اور قبروں پر سجدہ کرتے ہوئے غیر مسلموں نے بھی دیکھ لیا ہے۔ عوام جانتی ہے کہ اس خانقاہی طبقے نے بھی قرآن و سنت کی آئینی وقانونی بالادستی کے لیے جدوجہد کرنے کی بجائے قبروں کو ریشمی غلافوں سے سجا کر، اُن کے سرہانے تیل کے دیپ جلا کر، حجرہ نشینی، دم کشی، دست بوسی، قدم بوسی، رسم وتقلید والا مذہب لا کھڑا کیا ہے۔ بزرگوں کی قبروں کو غسل دے کر اسلامی فکر میں غیر اسلامی پیوند لگایا ہے۔ حضور ﷺ کی 23 سالہ پیغمبرانہ زندگی، باطل کے خلاف جہاد، غزوات، شہادت علی الناس وعدل وقسط کے قیام میں گزر گئی۔ پھر بھی درباری علماء نے مغل بادشاہ اکبر کو خوش کرنے کے لیے ''دین اکبری'' ایجاد کرلیا۔ دل دُکھتا ہے کہ ہماری نئی نسل اس لادین فلسفے کی یلغار میں مست ہو کر قرآن وسنت کی فطری تعلیمات سے دور ہو رہی ہے۔

1947ء سے لے کر آج تک ملک کے مسند اقتدار پر یا تو فوجی آمروں نے شب خون مارا یا پھر جمہوری ڈرامے کے داغدار انتخابی دنگلوں کے ذریعہ سرمایہ داروں، جاگیر داروں، وڈیروں، گدی نشینوں اور مخدوموں نے قبضہ جمائے رکھا۔ یہ طبقہ اپنی دولت، جائیداد اور اپنے اقتدار کی حفاظت کی خاطر آئینی ترامیم کرواتا رہا ہے اور درباری و سیاسی علماء ومشائخ کو ایک دو وزارتیں، حکومتی عہدے، سینٹ کی ایک آدھ سیٹ اور کچھ دیگر مراعات دے کر ان کی ایمانی غیرت خریدتا رہا ہے۔

ان برہنہ وتلخ حقائق کو جان لینے کے بعد اس حقیقت کو بھی مدنظر رکھتے ہوئے کہ شیطانی خواہشات کی بنا پر وجود میں آنے والے اس باطل نظام کا قرآن وسنت سے ٹکراؤ ہوتا رہے گا اب یہ ضروری ہو چکا ہے کہ اس شیطانی یلغار سے اپنے آپ، اپنی اولاد اور اپنے معاشرے کو محفوظ رکھنے کے لیے ملک کے تمام دینی حلقوں ومذہبی پارٹیوں کو مکمل اتحاد اور یکجہتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے صرف اللہ عزوجل کی رضا کی خاطر

"Front and Forum For establishment, Implementation and Execution of Qur'an and Sunnah of Prophet Muhammad (PBUH) as Supreme and Supra Constitution Laws in Pakistan."

بنا لینا چاہیے اور پھر اسی کے تحت اپنی دینی تبلیغ اور دعوتی سرگرمیاں آئین وقانون کے دائرے میں رہتے ہوئے معروف جمہوری انداز میں شروع کی جائیں۔ یہاں تک کہ الیکشن بھی اسی Banner سے لڑا جائے تاکہ ایک بھی دینی ووٹ ضائع نہ ہوسکے۔

یہ میرا زاویۂ نظر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم کو کامل مومن بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

زمانہ گواہ ہے

نیشنل سکیورٹی کونسل کے اجلاس سے خبر لیک ہونا کوئی معمولی بات نہیں ہے کہ جس کو نظر انداز کر دیا جائے لیکن حکومت اس معاملے میں بھی ایسی ہی انکوائری کرے گی جیسی وہ پانامہ لیکس پر کر رہی ہے: ایوب بیگ مرزا

حالیہ پاک بھارت کشیدگی میں جبکہ انڈین میڈیا اپنے ملکی مفاد میں صف اول کے مورچے کا کردار ادا کر رہا ہے پاکستانی میڈیا کا اپنی فوج اور ملکی مفاد کے خلاف کردار سامنے آنا پاکستان کی بہت بڑی بدقسمتی ہے: بریگیڈیئر (ر) ڈاکٹر غلام مرتضیٰ

تازہ ترین ملکی صورت حال کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں نامور دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

مرتب: محمد رفیق چودھری

سوال: جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ پاکستان اس وقت انتہائی نازک دور سے گزر رہا ہے لیکن کیا وجہ ہے کہ اس وقت بھی ہمارے اداروں (عدلیہ، فوج، حکومت) میں ہم آہنگی نہیں پائی جاتی؟

ایوب بیگ مرزا: حکومت اور فوج کے تعلقات تو ایک عرصہ سے کشیدہ تھے اور اس کشیدگی کی حالت میں بھی معاملات چل رہے تھے لیکن حالیہ دنوں میں ملک کے ایک انگریزی اخبار میں ایک متنازعہ خبر شائع ہونے کے بعد یہ کشیدگی اپنے عروج پر پہنچ گئی ہے۔ اصل میں فوج سے تعلقات کے حوالے سے نواز شریف کا ایک خاص ریکارڈ ہے۔ ایسا ریکارڈ آج تک دنیا میں کوئی شخص نہیں بنا سکا۔ ان کے دور میں مرزا اسلم بیگ سے لے کر راحیل شریف تک 6 آرمی چیف آئے ہیں اور ان چھ کے چھ سے ان کے تعلقات انتہائی کشیدگی کو پہنچے۔ ان میں جنرل پرویز مشرف کو مارشل لاء لگانا پڑا، جہانگیر کرامت کو استعفیٰ دینا پڑا، آصف جنجوعہ کی موت میڈیکل رپورٹ کے مطابق طبعی تھی لیکن ان کی نواز شریف سے کشیدگی اس انتہا کو پہنچی ہوئی تھی کہ ان کے گھر والے میڈیکل رپورٹ کو ماننے کے لیے تیار ہی نہیں تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ انہیں حکومت نے قتل کروایا ہے۔ لہٰذا نواز شریف کا ریکارڈ ہے کہ ان کی کسی بھی آرمی چیف کے ساتھ نہیں بنتی۔ وگرنہ آصف زرداری کے دور میں جنرل کیانی 5 سال نکال گئے تھے۔ سوائے معمولی اختلافات کے کبھی زرداری حکومت سے کشیدگی اتنی نہیں بڑھی۔

سوال: میموگیٹ سکینڈل معمولی بات تھی؟

ایوب بیگ مرزا: یقیناً یہ بہت بڑی بات تھی لیکن دونوں طرف برداشت کا مظاہرہ کیا گیا۔ میموگیٹ کے دونوں مرکزی کرداروں حسین حقانی اور منصور اعجاز کا ماضی مشکوک رہا ہے۔ ہوسکتا ہے اس وجہ سے فوج نے زیادہ نوٹس نہ لیا ہو اور بات ختم ہوگئی ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہر آدمی کا اپنا مزاج ہے۔ کیانی کا اپنا مزاج تھا، آصف جنجوعہ کا اپنا مزاج تھا، جنرل راحیل شریف کا اپنا مزاج ہے اور نواز شریف کا ایک مستقل مزاج ہے۔ دیکھئے! فوج اور حکومت میں اختلاف صرف پاکستان کا معاملہ نہیں ہے۔ یہ پینٹاگون اور وائٹ ہاؤس میں بھی ہوتا ہے۔ یہ انڈین فوج اور انڈین حکومت میں بھی ہو جاتا ہے لیکن وہ لوگ اپنے معاملات کو سلیقے سے سلجھا لیتے ہیں۔ میں خاص طور پر انڈیا کی مثال دوں گا کیونکہ انڈیا ہمارا پڑوسی ہے۔ بے نظیر کے دور میں جب راجیو گاندھی پاکستان کے دورے پر آئے تھے تو انہوں نے سیاچن کے مسئلے پر ایک معاہدہ کیا تھا۔ وہ معاہدہ آج بھی ہماری وزارت خارجہ میں بغیر دستخطوں کے پڑا ہے کیونکہ انڈین فوج سے اختلاف کی بنا پر راجیو گاندھی اس معاہدے پر دستخط نہیں کر پائے تھے۔ لہٰذا اختلاف ہر جگہ ہوتا ہے لیکن اسے سلیقے سے سلجھا لیا جاتا ہے۔ جبکہ ہمارے ہاں دونوں طرف سے سلیقہ نہیں برتا جاتا۔ خاص طور پر میاں نواز شریف کی بہت زیادہ خواہش ہوتی ہے کہ آرمی چیف کو دبا کر رکھیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ فوج کو سول حکومت کے ماتحت ہونا چاہیے لیکن ماتحت کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ آپ کا آرمی چیف دوسرے ملک کے دورے پر گیا ہے اور پیچھے سے آپ اس کے عہدے پر دوسرے کو بٹھا دیں۔ یہ سلیقہ نہیں ہے۔

سوال: پاکستانی فوج اور مملکت کے منافی جو جھوٹی خبر آئی ہے اس کا پس منظر کیا ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: موجودہ صورتحال ایسی تھی کہ ہمسایہ ملک کی طرف سے ایک جنگ کی سی صورت حال پیدا کر دی گئی تھی۔ جب آرمی حالت جنگ میں ہو تو ایسی متنازعہ خبروں کا شائع ہونا جو فوج اور ریاستی مفاد کے خلاف ہوں کسی بھی ملک کی اس سے بڑی بدقسمتی اور کیا ہوسکتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ریاستی ادارے حکومت کے ماتحت ہونے چاہئیں لیکن یہ بھی تو نظر آنا چاہیے کہ حکومت ملکی مفاد کے خلاف کام نہیں کر رہی۔ تاثر یہ ملنا چاہیے کہ ملک کا اجتماعی مفاد تمام اداروں کے پیش نظر ہے۔ لیکن اگر ملک حالت جنگ میں ہو اور ملک کے دو بڑے اداروں میں اختلافات اس حد تک بڑھ جائیں کہ لڑائی کی سی کیفیت ہو تو یہ بات بالکل ملکی مفاد کے خلاف ہے۔ فوج، حکومت اور عدلیہ کے علاوہ کسی بھی ریاست کا چوتھا اہم ادارہ میڈیا ہے۔ جس کی آج کے دور میں بہت زیادہ اہمیت ہے۔ ہر ملک کا میڈیا اپنے ملکی مفادات کا خیال رکھتا ہے۔ حالیہ پاک بھارت کشیدگی میں جبکہ انڈین میڈیا اپنے ملکی مفاد میں صف اول کے مورچے کا کردار ادا کر رہا ہے پاکستانی میڈیا کا فوج اور ملکی مفاد کے خلاف کردار سامنے آنا پاکستان کی بہت بڑی بدقسمتی ہے۔ اس پس منظر میں آپ دیکھیں تو یہ بہت بڑا المیہ ہے۔ باوجود اس کے کہ ہمارے آئین میں آزادیٔ اظہار رائے کے حوالے سے سیکشن 19 بھی موجود ہے کہ اسلام، ملکی سلامتی اور ملکی دفاع کے خلاف کوئی شہری اظہار رائے نہیں کر سکتا۔ ان امور پر حکومت اور عسکری اداروں کے فیصلے قومی امانت ہوتے ہیں جنہیں کسی فیصلے کے بغیر کوئی لیک آؤٹ نہیں کر سکتا۔ ہمارا دین بھی یہی تعلیم دیتا ہے۔ لیکن یہاں نیشنل

سکیورٹی کونسل کے اجلاس سے خبر لیک ہوئی ہے اور جو پریس میں لکھنے والا تھا وہ بھی لاء گریجویٹ ہے۔ اس کو اتنا تو معلوم ہونا چاہیے تھا کہ ملک کا قانون کیا کہتا ہے جبکہ ملک کے حالات بھی کشیدہ ہیں۔

ایوب بیگ مرزا: نیشنل سکیورٹی کونسل سے خبر لیک ہونا کوئی معمولی بات نہیں ہے کہ جس کو نظر انداز کر دیا جائے۔ اس وقت جبکہ فوج محاذوں پر حالت جنگ میں ہے ملک کے صف اول کے روزنامے میں یہ خبر شائع کی گئی کہ ہماری فوج روگ آرمی ہے جو ملک میں بدمعاش اور غلط قسم کے اور دوسرے ملکوں میں دہشت گردی کرنے والے عناصر کو پالتی ہے جس کی وجہ سے پاکستان کو دنیا میں isolate کیا جا رہا ہے اور حافظ سعید اور مسعود اظہر کی وجہ سے دنیا میں لوگوں نے ہمیں بہت طعنے دیئے ہیں وغیرہ۔ سوال یہ ہے کہ کیا حکومت کے پاس یہ جواب نہیں تھا کہ حافظ سعید کو سپریم کورٹ آف پاکستان تمام کیسوں سے بری کر چکا ہے اور فیصلہ دے چکا ہے کہ ان پر لگنے والے الزامات من گھڑت ہیں۔ اس صورت میں آپ کو کسی قسم کی پشیمانی کی کیا ضرورت تھی۔ اس کے جواب میں کور کمانڈرز نے درست کہا ہے کہ یہ قومی سلامتی کو توڑ پھوڑ دیا گیا ہے۔

سوال: آرمی چیف نے کور کمانڈرز کانفرنس میں بھی اور وزیر اعظم سے ملاقات میں بھی ناراضگی کا اظہار کیا ہے لیکن اس کے باوجود حکومت ذمہ داران کے خلاف کوئی سنجیدہ ایکشن نہیں لے رہی۔ آپ کے خیال میں اس کی وجہ کیا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: ظاہر ہے حکومت انکوائری کر رہی ہے اور یہ بھی واضح ہو گیا ہے کہ حکومتی لوگوں میں سے کسی نے یہ کام کیا ہے تو حکومت اپنے ان بندوں کے خلاف ایکشن کیسے لے گی جن کے ذمہ خود حکومت نے یہ کام لگایا تھا کہ وہ خبر آؤٹ کریں۔ لہٰذا اس معاملے میں بھی حکومت ایسی ہی انکوائری کرے گی جیسی وہ پانامہ لیکس پر کر رہی ہے۔ اس معاملے کا خطرناک پہلو یہ ہے کہ اگر حکومت کوئی تاخیری حربے استعمال کرتی ہے اور جلد انکوائری نہیں کرواتی تو آرمی کے پاس بھی آئین کے تفویض کیے ہوئے اختیارات ہیں۔ جس جرم میں فوج کو ملوث کیا جا رہا ہو اس جرم پر آرمی ایکٹ کے تحت کارروائی ہو سکتی ہے اور ظاہر ہے کہ آرمی اس حوالے سے حکومت سے بالا تر ایکشن لے سکتی ہے۔ لہٰذا اگر حکومت نے ٹال مٹول کا سلسلہ جاری رکھا تو عین ممکن ہے کہ آرمی کسی وزیر کے خلاف کوئی ایکشن لے۔

غلام مرتضیٰ: اس وقت معاملہ سنگین اس وجہ سے بھی ہے کہ نومبر کے آخر میں نیا آرمی چیف آنے والا ہے اور مہینہ پہلے اس کا اعلان ہونے والا ہے۔ اس نازک وقت میں اگر ملک کی ڈیفنس فورسز کو اس طرح عالمی سطح پر بدنام کرنے کی کوشش کی جائے تو معاملے کی سنگینی اور بڑھ جاتی ہے۔ جسے کہتے ہیں کہ زخموں پر نمک چھڑکنا۔

سوال: اب جب کہ آرمی چیف کی مدت ملازمت کو چند دن رہ گئے ہیں ان حالات میں حکومت کی طرف سے قومی سلامتی کی خبر لیک کرنا سیاسی خودکشی کے مترادف نہیں ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: کئی لحاظ سے یہ وقت ملکی سلامتی کے لیے خطرناک ہے۔ اصولاً جب ملک حالت جنگ میں ہو تو کمانڈ چینج نہیں کی جاتی لیکن چونکہ یہ آئینی ضرورت ہے کہ آرمی چیف کی مدت ملازمت پوری ہو رہی

> اس میں کوئی شک نہیں کہ ریاستی ادارے حکومت کے ماتحت ہونے چاہئیں لیکن یہ بھی تو نظر آنا چاہیے کہ حکومت ملکی مفاد کے خلاف کام نہیں کر رہی۔

ہے تو نئے آرمی چیف کا تقرر ہونا ہے۔ حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ چونکہ انڈیا کے ساتھ کشیدگی بڑھ رہی ہے اور محاذوں پر دباؤ بڑھ رہا ہے تو کوئی آئینی تبدیلی کی جاتی یا آرمی چیف کی مدت ملازمت میں توسیع کی جاتی۔ بجائے اس کے اس موقع پر عالمی پریس میں فوج کو بدنام کر کے اس کا حوصلہ پست کرنے کی کوشش کی گئی۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم اپنے بنیادی نظریہ سے غداری کرنے کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا کے مستحق بن چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانعام میں ایک قانون بیان کیا ہے کہ عذاب کی ایک شکل یہ بھی ہوتی ہے کہ لوگوں کو گروہوں اور فرقوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے اور پھر انہیں آپس میں لڑا کر ان کے کرتوتوں کا مزا چکھایا جاتا ہے۔ ہم تو پہلے ہی نسلی اور لسانی تعصب کا شکار ہو کر باہم برسر پیکار ہیں۔ اب اداروں کی جنگ بھی کھلم کھلا شروع ہو چکی ہے۔ پہلے در پردہ ہو رہی تھی لیکن اب انٹرنیشنل پریس میں خبریں آ رہی ہیں کہ ہمارے دو بڑے ادارے آمنے سامنے آ چکے ہیں اور ایک دوسرے پر الزام تراشی کر رہے ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے ہمارے لیے سزا ہے اور اللہ کا سزا دینے کا یہ بھی ایک انداز ہے کہ ہم خود دنیا کو مذاق اُڑانا کا موقع فراہم کر رہے ہیں۔

ایوب بیگ مرزا: اصل معاملہ اپنی نظریاتی بنیادوں سے انحراف کا ہے۔ دیکھئے کہ ہم نے اس وقت کون سا نظام اپنایا ہوا ہے۔ وزیر اعظم چیف ایگزیکٹو ہیں، آرمی چیف کے پاس ساری طاقتیں ہوتی ہیں اور صدر پاکستان سپریم کمانڈر ہیں۔ یعنی ہم نے chain of command ہی بالکل غلط بنائی ہوئی ہے۔ ایک آدمی کے پاس سارے اختیارات ہیں لیکن وہ سپریم کمانڈر نہیں ہے اور جو سپریم کمانڈر ہے اس کے پاس کوئی اختیار نہیں ہے۔ بجائے اس کے اگر ہم نظریاتی بنیادوں پر اپنے نظام کا ڈھانچہ کھڑا کرتے تو یہ مسائل درپیش نہ ہوتے۔ مثال کے طور پر نظام خلافت میں آپ دیکھیں کہ خلیفہ دوئم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو (جو دنیائے اسلام کے چند مشہور ترین کمانڈروں میں سے تھے) ایک حکم سے معزول کر دیا۔ تو وہ انہی پاؤں پر واپس ہو گئے۔ حالانکہ فوج کی کمانڈ ان کے پاس تھی اگر وہ بغاوت کر دیتے تو مسئلہ پیدا ہو جاتا۔ لیکن وہاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا دیا ہوا نظام نافذ تھا۔ لہٰذا وہ شخص جو اللہ کی تلوار کہلاتا تھا، جس کے جسم پر 99 سے زیادہ تلواروں کے زخم تھے وہ خلیفہ کے ایک حکم پر یوں واپس ہو گیا جیسے ایک معمولی سپاہی ہوتا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ وہ نظام کی صداقت اور خلیفہ کے کردار کی طاقت تھی جس کی وجہ سے لوگ ان کی اطاعت کر رہے تھے۔ سب کو معلوم تھا کہ خلیفہ کی حکم عدولی اللہ کی حکم عدولی ہے۔ بجائے اس کے یہاں جب نواز شریف نے مشرف کو ہٹا کر نیا آرمی چیف لگایا تو مشرف نے نواز حکومت کا تختہ اُلٹ ڈالا۔ لہٰذا ہم نے اپنے آپ کو پارلیمانی نظام میں اس طرح الجھا لیا ہے کہ معاملہ سلجھتا ہوا نظر نہیں آتا۔ کیا عجب لطیفہ ہے کہ اس وقت جبکہ ملکی سلامتی کا مسئلہ ہے اور وزیر اعظم اور آرمی چیف کی میٹنگ ہوتی ہے لیکن سپریم کمانڈر (صدر) کو کوئی پوچھ ہی نہیں رہا۔ گویا وہ بالکل غیر متعلقہ شخص ہے۔ اس کا مطلب ہے نظام میں بنیادی خرابی ہے اور یہ نظام ہی زیادہ تر جھگڑے پیدا کرتا ہے۔

سوال: اخباری اطلاعات کے مطابق چودھری نثار نے اس جھوٹی خبر کی انکوائری کے حوالے سے معذرت کر لی ہے۔ آپ کے خیال میں اس کی وجہ کیا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: میں اس قسم کی اخباری اطلاعات کو تسلیم نہیں کرتا۔ اخباری اطلاعات ہونے کے باوجود خبر خبر میں فرق ہوتا ہے۔ یہ خبر تمام اخباروں میں نہیں آئی۔ شنید یہ ہے کہ چودھری نثار نے اس بنیاد پر کہ انہیں انکوائری کرنے کی پوری آزادی نہیں دی جا رہی استعفیٰ دیا تھا۔ جس کی وجہ سے ان کے دوست شہباز شریف کو لاہور سے بلایا گیا۔ جنہوں نے معاملے کو ٹھنڈا کیا اور اب یہ تو ہو سکتا

ہے کہ وہ استعفیٰ واپس لینے پر تیار ہو گئے ہوں مگر امکان اس بات کا ہے کہ وہ انکوائری کرانے سے انکار کر دیں گے اس لیے کہ اس انکوائری کا کُھرا وزیراعظم ہاؤس کی طرف جا رہا ہے۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: انکوائری کرنا تو انہی کا کام ہے، وہ وزیر داخلہ ہیں، وہ اس میٹنگ میں بھی شریک تھے۔ تاہم آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ جان چھڑانا چاہ رہے ہیں۔ لیکن کسی نہ کسی کو تو قربانی کا بکرا بنانا پڑے گا کہ اس شخص کی وجہ سے یہ مسئلہ ہوا ہے۔

ایوب بیگ مرزا: میرا اندازہ ہے کہ سول حکومت کی انکوائری اس بات پر ختم ہو جائے گی کہ یہ اخبار نے جھوٹ بولا ہے لہٰذا اس اخبار سے ہم نبٹ لیں گے۔ لیکن چونکہ اس کیس میں فوج ملوث ہے لہٰذا آرمی ایکٹ کے تحت بھی قدم اٹھایا جا سکتا ہے اور اگر حکومت نے انکوائری نہ کی اور اصل ذمہ داروں کو سامنے نہ لایا گیا تو ملک میں ایک بہت بڑا طوفان بھی آ سکتا ہے۔

سوال: اداروں کی بات ہو رہی تھی۔ حال ہی میں چیف جسٹس نے بیان دیا کہ پاکستان میں جمہوریت کے نام پر بادشاہت قائم ہے۔ اسی طرح ایک اور جج ثاقب نثار نے کہا ہے کہ ہم جمہوری نظام کے محافظ ہیں۔ یہ دو جسٹس صاحبان کی تضاد بیانی کیا معنی رکھتی ہے؟

ایوب بیگ مرزا: یہ ہرگز تضاد بیانی نہیں ہے۔ چیف جسٹس آف پاکستان انور ظہیر جمالی نے جو بات کہی ہے وہ ایک کیس کی سماعت کے دوران کہی ہے۔ دوران سماعت جب وکلاء بحث کرتے ہیں تو کئی موضوعات زیر بحث آتے ہیں۔ اسی دوران انہوں نے طرزِ حکومت پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ انور ظہیر جمالی اس معاملے میں اکیلے نہیں ہیں۔ بالکل یہی معاملہ ثاقب نثار کا بھی ہے۔ انہوں نے بھی دوران سماعت یہی کہا ہے کہ ہم جمہوریت کے محافظ ہیں اور یہ بادشاہت ہے۔ یعنی انہوں نے بھی چیف جسٹس کی بات کی تائید کی ہے۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: جمہوریت میں کابینہ کے اجلاس باقاعدگی سے ہوتے ہیں، وزیراعظم سمیت سب وہاں جاتے ہیں اور وہاں فیصلے ہوتے ہیں جبکہ یہاں کابینہ کے اجلاس نہیں ہوتے اور نہ ہی وزیراعظم وہاں جاتے ہیں، اگر ضرورت پڑتی بھی ہے تو نیشنل سکیورٹی کونسل کا اجلاس ہو جاتا ہے۔ چیف جسٹس کے بیان کا مطلب یہی ہے کہ کوئی مشاورت نہیں ہو رہی۔ ایک آدمی بس حکم چلا رہا ہے۔ اس پس منظر میں انہوں نے کہا کہ یہ جمہوریت نہیں بادشاہت ہے۔ اسی طرح جمہوریت کا محافظ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آئین پاکستان کی تشریح کرنا سپریم کورٹ کی ذمہ داری ہے اور پھر اگر کوئی حکومت کے طرزِ عمل کے خلاف عدالت میں جاتا ہے تو عدالت اس بات کا فیصلہ کرنے کی مجاز ہے کہ حکومت غلطی پر ہے یا اس نے صحیح قدم اٹھایا ہے۔

سوال: کیا عدلیہ بحیثیت ادارہ ایک عام آدمی کو انصاف فراہم کر رہی ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے ملک کا ہر ادارہ اپنی جگہ صحیح کام نہیں کر رہا اور عدلیہ بھی انہی میں شامل ہے۔ لیکن اس میں بھی زیادہ قصور انتظامیہ کا

> کیا عجب لطیفہ ہے کہ اس وقت جبکہ ملکی سلامتی کا مسئلہ ہے اور وزیراعظم اور آرمی چیف کی میٹنگ ہوتی ہے لیکن سپریم کمانڈر (صدر) کو کوئی پوچھ ہی نہیں رہا۔

ہے۔ اس لیے کہ بحیثیت مجموعی انتظامیہ ساری چیزوں کی دیکھ بھال کر رہی ہوتی ہے اور باقی ادارے اس کے زیرنگرانی کام کر رہے ہوتے ہیں۔ لہٰذا عدلیہ کے فیصلے لیٹ ہونے میں انتظامیہ بھی کسی حد تک ذمہ دار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عدلیہ اکثر حکومت سے گلہ کرتی نظر آتی ہے کہ حکومت کیس delay کرتی ہے، وقت پر اپنے کوائف جمع نہیں کراتی۔ عدلیہ اگر مطالبہ کرتی ہے کہ فلاں چیز فلاں وقت تک پہنچاؤ تو انتظامیہ نہیں پہنچاتی۔ کیونکہ اس کے اپنے مفاد میں بھی نہیں ہوتا کہ بعض کیسوں کا جلد فیصلہ ہو جائے۔ لہٰذا عدلیہ اگر انصاف کی فراہمی میں ناکام ہے تو اس کی ذمہ دار انتظامیہ بھی ہے۔

سوال: حکومتی نمائندوں کے کیسز کو عدلیہ فوری طور پر take up کرتی ہے اور ان کا فیصلہ سناتی ہے؟

ایوب بیگ مرزا: میں مانتا ہوں کہ ہمارا معاشرہ پورے کا پورا بگڑ چکا ہے اور عدلیہ بھی اسی معاشرے کا حصہ ہے۔ اسی معاشرے سے جج نکلتے ہیں، اسی سے جرنیل نکلتے ہیں اور اسی سے سیاستدان نکلتے ہیں۔ لہٰذا ہوگا وہی جس طرح کا معاشرہ ہوگا۔ تاہم کچھ کمزوریاں انتظامیہ کی بھی ہیں۔ مثال کے طور پر پانامہ لیکس کے معاملے میں حکومت نے ٹی او آرز سپریم کورٹ میں بھیجے۔ سپریم کورٹ نے یہ کہہ کر reject کر دیئے کہ ان ٹی او آرز کے مطابق فیصلہ آنے میں ایک صدی لگ جائے گی۔

سوال: سود کے حوالے سے کئی جماعتوں کی طرف سے سال ہا سال سے پٹیشن دائر ہے لیکن آج تک اس کی سماعت نہیں ہو رہی آخر کیوں؟

ایوب بیگ مرزا: اس میں بھی 90 فیصد انتظامیہ مجرم ہے کیونکہ وہ وفاقی شرعی عدالت کے بینچ کو مکمل ہی نہیں ہونے دے رہی۔ فل بینچ کے لیے 6 ارکان درکار ہوتے ہیں جبکہ حکومت چھ جج دیتی ہی نہیں۔ جب حکومت بینچ کو پورا نہیں ہونے دے گی تو کیس کیسے چلے گا۔

سوال: آپ کیا سمجھتے ہیں کہ اداروں کے درمیان باہمی تصادم کی اصل وجہ کیا ہے؟ کہیں ہمارے پارلیمانی نظام میں کوئی خرابی تو نہیں ہے؟ اور کیا یہ نظام پاکستان کے لیے بہترین ثابت ہو سکتا ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: ویسے تو نظام حکومت کوئی بھی ہو اگر خلوص نیت سے چلایا جائے تو چل سکتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ قیام پاکستان کی بنیاد جس نظریے پر تھی وہ اسلام ہے اور صدارتی نظام اسلام کے کسی قدر نزدیک ہے۔ لیکن پارلیمانی نظام میں بھی آئین میں ایسی شقیں موجود ہیں اگر ان پر خلوص نیت سے عمل درآمد کیا جائے تو بہتر گورننس کی طرف پیش رفت ہو سکتی ہے۔ مگر ہمارے حالات ایسے ہیں کہ ہر صوبہ میں الگ پارٹی کی حکومت ہے، جو آپس میں مل بیٹھنے کے لیے تیار ہی نہیں ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے لیے سزا ہے کہ ہم متحد نہیں ہیں۔

ایوب بیگ مرزا: اصل بات یہ ہے کہ ہمارا اپنے بنیادی نظریے سے انحراف کرنا تمام مسائل کی جڑ ہے۔ پاکستان جس مقصد کے لیے بنا تھا، تحریک پاکستان کا جو نعرہ تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ اور قیام پاکستان کے دو سال بعد ہی جو قرارداد مقاصد منظور ہوئی اس کے مطابق اگر عمل درآمد کر لیا جاتا تو آج پاکستان میں اخلاقی و روحانی ترقی کا دور دورہ ہوتا۔ یہاں کا معاشرہ بھی پاک صاف اور نیک معاشرہ ہوتا اور پاکستان دنیا کے لحاظ سے بھی بہت ترقی یافتہ ہوتا۔ لیکن بدقسمتی سے ہم نے ٹرین کو الٹی طرف انجن لگا دیا اور وہ منزل کے مخالف سمت میں چلنا شروع ہو گئی جس کا انجام سب کے سامنے ہے۔

☆☆☆☆

قارئین پروگرام "زمانہ گواہ ہے" کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جاسکتی ہے۔

جدید ذرائع ابلاغ اور ہماری ذمہ داری

میاں طاہر

امت کے ہر عام و خاص، چھوٹے بڑے کو ایک ایسے فتنے نے اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے کہ صدیوں میں پھیلنے والی برائی و بے حیائی دنوں میں آ رہی ہے اور چھا رہی ہے، وہ فتنہ ہے موبائل کا۔ اہل باطل نے امت کے دل و دماغ پر نقب لگانے کے لیے اس مصیبت کو عام وارزاں کیا۔ موبائل کے بے دریغ عمومی و خصوصی استعمال کے نقصانات احاطۂ تحریر سے باہر ہیں۔ اس لڑکپن کی عمر میں بیٹے بیٹیوں کے پاس موبائل کی آخر ضرورت ہی کیا ہے؟ گھنٹوں پیکجز، میموری کارڈ، بے دریغ تصویریں وغیرہ تصویری مواد اور میسجز کی آمد و روانگی، بے دھڑک غیروں سے رابطے۔ اللہ رحم کرے، بڑوں کو چھوڑیے گھر کے ہر فرد بشمول بچے بچیوں سمیت سب کے پاس علیحدہ علیحدہ موبائل اور سمیں موجود ہیں۔ آخر کس لیے؟ نامعلوم جانب سے آنے والے بیہودہ میسجز میں ایسے لطائف، ڈائیلاگ، جملے، دوستی کی پیشکش، رابطہ نمبر اور فحش باتیں جن کو منہ پر کہنے پر تھپڑ اور جوتے یقینی ہیں، کوئی بھی بے حیا اسے سر عام کہنے اور سنانے کی جرأت نہ کر سکے اس خاموشی کے ذریعے سے عام کیے جا رہے ہیں، فرینڈ شپ کے نام پہ کیسے بیوقوف بنایا جا رہا ہے؟ کتنے گھر اجاڑے جا رہے ہیں؟ اور کتنی معصوم بیٹیوں کو گھر جیسی محفوظ جنت سے زہریلی جہنم میں دھکیلا جا رہا ہے؟ الامان والحفیظ۔ اپنی اولاد پر اندھا اعتماد حماقت ہے۔ امریکی صدر اوباما کی اہلیہ تو اپنی بیٹی کے موبائل اور اس کے رابطوں پر کڑی نظر رکھے اور ہم مسلمان مغرب اور اہل مغرب کی تقلید میں آپے سے باہر ہوتے جا رہے ہیں۔ ایسا معاشرہ جہاں آوے کا آوا ہی بگڑا ہو، مادر پدر آزادی ہو، سر عام بے حیائی و برہنگی کا دور دورہ ہو وہاں کی ماؤں میں ایک کافر ماں کی اپنی اولاد کے لیے یہ فکرمندی اور تشویش اور ہماری بے فکری کی انتہا! اللہ ہمارے حال پر رحم کرے۔ خدارا اپنی بچیوں کو ہرگز موبائل نہ لے کر دیں۔ اگر ضروری ہو تو بیٹی اپنی سہیلی کو اپنی ماں کا اور بیٹا اپنے دوست کو اپنے باپ کا موبائل نمبر دے کر کام چلائے، ورنہ پی ٹی سی ایل سے کام چلایا جائے۔ کبھی کبھی اپنے بچوں کے کمپیوٹر اور موبائل کے میموری کارڈز کا جائزہ بھی لے لیا کریں تاکہ ان کے رجحانات کا اندازہ ہو سکے اور کسی کوتاہی کا بروقت تدارک ہو سکے۔ اپنی اولادوں کی جان و ایمان کا تحفظ ہر ماں اور باپ کا فرض ہے۔ برائی اور گمراہی کا سیلاب عام ہے۔ آج کل موبائل کے ساتھ ہی انٹرنیٹ اور فیس بک نے جو اودھم مچایا ہے الامان والحفیظ! ماڈرن گھرانوں کو تو چھوڑیے اب دیندار گھرانوں میں یہ وبا عام ہو چکی ہے، اس کے فوائد کم اور نقصانات زیادہ ہیں، ضرورت کم مگر استعمال بے دریغ ہے۔ تعلیمی و تحقیقی استعمال کم اور منفی و تخریبی استعمال زیادہ ہے۔ اسلام ترقی کا مخالف نہیں۔ جدید آلات و سہولیات کی مناسب اور ضروری استعمال کی کچھ حدود و قیود کے ساتھ اجازت دیتا ہے مگر آزادی اور آوارگی کا فرق ضرور بتاتا ہے اور جب کوئی آلہ اور چیز وبال جان کے ساتھ خطرۂ ایمان بننے لگے تو پھر ذرائع سے اس کے سدباب کا حکم بھی دیتا ہے۔

اہل باطل اسلام اور اہل اسلام کے خلاف جو محاذ کھولے ہیں ان کے مقابلے میں اگرچہ دیوانے سرفروش میدان عمل میں سرگرم ہیں اور کم وسائل کے باوجود ہر سطح پر ان کا مقابلہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، مگر فیس بک اور انٹرنیٹ کے ذریعے جو بیہودہ، گستاخانہ اور زہریلا مواد امت کی دینی غیرت میں نقب لگا رہا ہے اور ان کے دل و دماغ میں تحقیق کے نام پر غیر محسوس طریقے سے بے حسی، عدم برداشت، ذہنی بے حیائی کے احساسات پروان چڑھا رہا ہے وہ ہماری سوچ سے بھی باہر ہیں۔ طریقہ واردات یہ ہے کہ جونہی آپ دینی مواد کے مطالعے کے لیے کوئی ویب سائٹ کھولیں گے تو گوگل کے سرپرستوں کو اندازہ ہو جائے گا کہ آپ کا رجحان کیا ہے؟ آپ کی مطلوبہ سائٹ تو مجبوراً کھولیں گے ہی سہی مگر اس کے دائیں بائیں اور نیچے اور بعض اوقات عین اوپر بے ہودہ ننگی تصاویر، رابطہ نمبرز، مقدس ہستیوں کے بارے میں غلیظ کمنٹس وغیرہ نمودار کر دیے جائیں گے۔ ابتدا میں تو ایمانی غیرت، صالح فطرت کی وجہ سے آپ غصے اور ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے اسے ڈلیٹ کر دیں گے مگر برائی کی مسلسل پرکشش دعوت آپ کے لاشعور میں تجسس پیدا کرتے ہوئے آپ کو مجبور کر دے گی کہ اچھا دیکھو تو سہی یہ کیا گند ہے؟ برائی سے بچاؤ کے لیے اس کا جاننا بہت ضروری ہے، تحقیق تو کرو تاکہ اس سے بچاؤ ہو سکے یا دوسروں کو اس کے نقصانات کے بارے میں بتایا جا سکے وغیرہ وغیرہ۔ یقین جانیے آہستہ آہستہ یہ زہریلا مواد آپ کے ذہنوں میں جگہ بنا لے گا اور آپ نشے کی طرح اس کے عادی ہوتے چلے جائیں گے۔

جب بڑے باشعور اس کے سحر اور نشے سے نہیں بچ پا رہے تو یہ لڑکپن اور بھرپور جوانی کے ہاتھوں سرکش ہوتی یہ نئی نسل کیسے اس سے بچ پائے گی؟ اس فتنۂ دجالی سے امت کے بیٹے بیٹیوں کی سو فیصد جان چھڑانی تو ناممکن و محال ہے، البتہ کسی درجے میں ایمان بچانے کی کوشش تو کی جا سکتی ہے۔ حفظ ماتقدم کے طور پر اتنا تو کیجیے کہ اپنے بچوں بچیوں کو کمپوٹر پر بیٹھنے اور موبائل استعمال کرنے کا دورانیہ کم کرائیں۔ ساری ساری رات تنہائی میں ان آلات کا بے دریغ استعمال زہر قاتل ہے۔ ماں بیٹی کو اپنے کمرے میں سلائے اور بیٹے کو باپ اپنے کمرے میں بٹھائے اور سلائے۔ زیادہ مناسب ہے کہ کمپیوٹر روم اوپن ہال ہو جہاں ان کو تنہائی میسر نہ آ سکے کہ وہ ایمان و جاں سوز ویب سائٹس کے دانستہ نادانستہ طور پر نظارے کر سکیں۔ بڑوں کی نگرانی، آمد اور موجودگی کا احساس و خوف بھی بہت سی برائیوں سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔ کچھ سال پہلے جب یہ مصیبت آئی تو نیٹ کیفے اور کلب کھمبیوں کی طرح اگنے لگے۔ بند کیبن، تخیلاتی ماحول اور نئی نسل کا رش ہر طرف نظر آنے لگا۔ پرائیویسی اور تعلیمی ارتداد کی آڑ میں اہل باطل نے کس خوبصورتی سے اپنی دکان سجا رکھی ہے اور اپنا بازار کھول رکھا ہے، نئی نسل کو اس دلدل سے کیسے نکالنا ممکن ہے؟ ان کی مکاری کا توڑ کیسے ممکن ہے؟ اس کا حل یہ ہے کہ پرائیویسی اور مکمل تنہائی سے اپنی اولاد کی حفاظت کریں۔ پرائیویسی کے نام پر بیٹوں اور بیٹیوں کو اس مجسم دجال کے حوالے کر دینا حماقت ہے۔ بچوں سے اعتدال کی توقع رکھنا نادانی ہے۔ آج کل والدین کا حد سے زیادہ

اپنی اولاد پر اندھا اعتماد بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ نامعلوم یہ ان کا بھول پن ہے یا خوش فہمی۔ ذہنی وجسمانی بلوغت وشعور سے پہلے اپنی اولاد کو تعلیم وترقی کے نام پر ایسے ہتھیار تھما دیتے ہیں جو ان معصوموں، نادانوں کا ذہنی وجسمانی اور ایمانی ولسانی مائنڈ خراب وبرباد کر دیتے ہیں۔ کوئی بھی عقل مند ماں یا باپ اپنے لعل کو اس کی ضد، اصرار اور آہ وبکا کے باوجود خطرناک اشیاء، چھری، چاقو، گن، آگ، ماچس اور زہر وغیرہ نہ دے گا کہ نادنستگی میں یہ لاڈلا اپنا نقصان نہ کر لے مگر افسوس! ان سے لاکھوں گنا خطرناک و زہریلی یہ چیزیں ہم خوشی سے ان کو خرید کر دیتے ہیں، اگر آنکھوں کے سامنے کوئی مرے جلے، زخمی ہو یا خودکشی کرنا چاہے تو اسے بچانے اور سنبھالنے کی کوشش کامیاب ہو سکتی ہے مگر بند کمرے اور بند ذہن میں آنے والی تباہی کا مداوا کیسے ہو اور کون کرے؟

میرے عزیزوں میں سے ایک فیملی کے بچے ذہنی فساد وبگاڑ کا شکار ہونے لگے۔ ان کی ماں کو سمجھایا کہ اپنے بچوں کی نگرانی کرو، وہ نامناسب مواد کے عادی ہوتے جا رہے ہیں۔ کل کلاں عملی قدم اٹھا لیا تو شرمندگی ہوگی۔ مگر ان کی والدہ نے الٹا ہمیں جھٹلایا کہ جب بھی میں چھاپہ مارتی ہوں تو وہ نعتیں سن رہے ہوتے ہیں۔ تم تو ان سے جلتے ہو۔ اب آپ ہی انصاف سے بتائیں کہ ایسے والدین کو ان کی اولاد کی چکر بازیوں سے کیسے بچایا جائے۔ مائیں تو ویسے ہی دل سے سوچتی ہیں اور ان کی آنکھوں تو کیا عقلوں پر بھی اولاد کی اندھی محبت کی نہ کھلنے اور ہٹنے والی پٹی بندھی ہوتی ہے۔ نئی نسل تو ماں کے قدموں کی آہٹ سنتے ہیں بٹن دبا کر دینی پروگراموں کا سلسلہ شروع کر لیتی ہے۔ آج کل کی نئی نسل تو شیطانوں اور بڑے بڑے شاطروں کے کان کاٹ لائے۔ اس انٹرنیٹ رابطوں نے ہماری اسلامی اور مشرقی معاشرت کو خطرے میں ڈال رکھا ہے۔ نیٹ کے ذریعے ہونے والے رابطے، چیٹنگ اور دوستی جب اندھے اعتماد کے ساتھ گونگی بہری محبت میں بدلتی ہے تو چھوٹے بڑے سب ہی دیوانگی میں گھر بار، ماں باپ اور بہن بھائیوں کو چھوڑ کر اس سراب زدہ کھائی میں چھلانگ لگا دیتے ہیں، خبر شائع ہوتی ہے کہ فلاں شہر کی دوشیزہ گھربار چھوڑ کر نیٹ فرینڈ کے پاس آ گئی۔ کبھی وہ چھ بچوں کا باپ نکلتا ہے تو کبھی کنگال نشئی اور کبھی بے روزگار گلفام شکاری۔ واپسی کا بند دروازہ کورٹ میرج کرواتا ہے اور چند سال نہیں ہفتوں ہی میں عشق کا بخار اور دوستی کا خمار اترتا ہے تو پھر خون کے آنسو رونے پڑتے ہیں، اکثر کو اس بازار کی زینت بننا پڑتا ہے یا اپنے گھر کو وہ بازار بنانا پڑتا ہے جس کا تصور بھی مشرقی مسلمان عورت نہیں کر سکتی۔

خدا کے لیے ہوش کے ناخن لیں، اپنے بچوں کو سونے کا لقمہ کھلائیں مگر شیر کی نگاہ رکھیں۔ تعلیم کے نام پر اپنی اور اپنی اولاد کی عزت وآبرو (ایمان) کو خطرے میں نہ ڈالیں۔ آج آپ کی سختی ونگرانی اور پابندی مستقبل میں ان کو فائدہ دے گی۔ اولاد کی تربیت آپ کی ذمہ داری ہے۔ ﴿قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾ (التحریم:6) کا حکم قرآنی ہر حال میں مقدم رہے چاہے کوئی خوش رہے یا ناراض۔ اس لیے تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔“ باپ کی مار اولاد کے لیے ایسی ہے جیسے کھیتی کے لیے پانی۔ اللہ اس شخص پر رحم کرے جو گھر والوں کو ڈرانے (تربیت وتنبیہ) کے لیے کوڑا لٹکائے رکھے۔ کوئی باپ بھی اپنی اولاد کو اس سے اچھا ہدیہ، تحفہ نہیں دے سکتا مگر اس کے لیے اچھا طریقہ تعلیم اختیار کرے۔

☆☆☆☆☆

ضرورت رشتہ

☆لاہور میں رہائش پذیر فیملی کی دو بیٹیوں کے لیے موزوں رشتے درکار ہیں۔ ایک بیٹی، عمر39 سال، تعلیم میٹرک، قد"5'.5 --- دوسری بیٹی، عمر25 سال، تعلیم ایف، اے اور کمپیوٹر کورس قد"5'.5۔

برائے رابطہ: 0321-4075159

☆سکھر میں رہائش پذیر اردو سپیکنگ فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 27 سال، تعلیم ایم اے انگلش، صوم وصلوٰۃ کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0323-3823481
0315-3424128

رفیق تنظیم، عمر59 سال، دوسری شادی (پہلی بیوی وفات پا گئیں) 2 بچے (ایک بیٹا ایک بیٹی، دونوں شادی شدہ) کے لیے بے اولاد یا بانجھ خاتون، عمر45/50 سال کا رشتہ درکار ہے، جو کم آمدنی میں گزارہ کر سکے۔

ترجیحاً گوجرانوالہ/لاہور۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0300-7478326
0333-8225097

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً﴾

تنظیم اسلامی کا سالانہ

کُل پاکستان اجتماع

25، 26، 27 نومبر 2016ء

(بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار)

بمقام **مرکزی اجتماع گاہ، بہاولپور**

منعقد ہو رہا ہے (ان شاء اللہ العزیز)

خالصتاً اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا ومحبت کو اپنے حق میں واجب کرنے،
نظم کو مستحکم اور امیر تنظیم کی تقویت کے لیے
تمام رفقاء کو شرکت کی بھرپور دعوت ہے
تفصیلات کے لیے اپنے مقامی نظم سے رجوع کیجیے!

المعلن: ناظم اعلیٰ، تنظیم اسلامی فون: (042)36293939-36316638
36366638

اگر نہیں جانتے تو پوچھ لو!

ڈاکٹر ضمیر اختر خان
zamirakhtarkhan@yahoo.com

جہالت ایک بیماری ہے جس کا علاج علم ہے۔ البتہ جو اپنی جہالت کا اعتراف نہیں کرتا تو وہ علمی حقیقت پر اعتراض شروع کر دیتا ہے۔ ہمارے سامنے ایک بڑے اردو اخبار کے ایک مشہور کالم نگار کا کالم بعنوان ''ناقص العقل کون؟'' موجود ہے۔ یہ کالم 9 ستمبر 2016ء کو چھپا ہے۔ موصوف اپنے سابق آقاؤں کے دیس میں ایک نشریاتی ادارے میں عرصہ دراز تک خبریں بھی پڑھتے رہے ہیں۔ وہاں ان کے سامنے ایک ہی رخ تھا اور اب وہ ''دوسرا رخ'' اختیار کر کے اردو روزنامے میں کالم لکھتے ہیں۔ انہوں نے اپنے متذکرہ بالا کالم میں سوال اٹھایا ہے کہ ''مجھے ایک شخص کی تلاش ہے، وہ شخص جس نے پہلے پہل کہا کہ عورت ناقص العقل ہے''۔ مزید لکھتے ہیں کہ ''مجھے تلاش اس لیے ہے کہ جان سکوں کہ تاریخ میں صنف نازک کے بارے میں اس نے اتنا بڑا فیصلہ کب کیا اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ کیوں کیا؟'' ان سوالات سے ان کی تسلی نہیں ہوئی تو کچھ اور سوالات کر لیے۔ لکھتے ہیں: ''میں اس واردات کو جاننا چاہتا ہوں جس کی بنا پر طے پایا کہ عورتوں میں قوت فیصلہ کی کمی ہوتی ہے''۔ ان کا اگلا جملہ تو ان کی جہالت کو جسارت میں تبدیل کر دیتا ہے۔ فرماتے ہیں'' خود میں اپنے مشاہدے کی بنا پر اس رائے سے متفق نہیں تھا''۔ اس طرح کے خیالات اس شخص کے ہو سکتے ہیں جس نے کبھی قرآن وسنت کی تعلیمات کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی یا وہ ایسا شخص ہو سکتا ہے جو ان تعلیمات کی حقانیت پر یقین نہیں رکھتا۔ قرآن مجید فرقان حمید نے جہالت کا علاج یہ بتایا ہے کہ اگر آپ کو کسی چیز کے بارے میں معلومات نہیں ہیں تو ان سے پوچھو جو جانتے ہیں یعنی علم والے ہیں (النحل:43، الانبیاء:7)

ان سطور کے ذریعے ہم محترم کالم نگار کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ خواتین کے بارے میں یہ فیصلہ رحمۃ للعالمین جناب محمد ﷺ نے رب العالمین عزوجل کے عطا کردہ علم کی روشنی میں دیا ہے۔ ذیل میں پوری روایت نقل کی جاتی ہے، جس میں من جملہ اور کمزوریوں کے ان کے ناقص العقل ہونے کا ذکر ہے، تاکہ جہالت کا ازالہ ہو سکے۔ یہ روایت متفق علیہ ہے۔ یعنی اس کی صحت پر امام بخاری اور امام مسلم دونوں متفق ہیں۔ اسلام میں قرآن کے بعد دین کا مستند ترین ماخذ حدیث ہے اور احادیث میں سند کے اعتبار سے قوی ترین درجہ متفق علیہ حدیث کا ہوتا ہے۔ یوں جو روایت نقل کی جاری رہی ہے وہ ہر قسم کے شک وشبہ سے بالا ہے۔ اس کے راوی ابوسعید خدری ؓ ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے دن نماز کے لیے عید گاہ تشریف لائے تو عورتوں کی ایک جماعت کے پاس بھی تشریف لے گئے جو نماز کے لیے ایک گوشے میں جمع تھیں اور ان کو مخاطب کر کے فرمایا: ''اے عورتوں کی جماعت! تم صدقہ وخیرات کرو کیونکہ میں نے تم میں سے اکثر کو دوزخ میں دیکھا ہے''۔ یہ سن کر عورتوں نے کہا: یا رسول اللہ! اس کا سبب؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم لعن وطعن بہت کرتی ہو اور اپنے شوہروں کی نافرمانی وناشکری کرتی رہتی ہو اور میں نے عقل ودین میں کمزور ہونے کے باوجود ہوشیار مرد کو بے وقوف بنا دینے میں تم سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا''۔ یہ سن کر عورتوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہماری عقل اور ہمارے دین میں کیا کمی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا ایک عورت کی گواہی آدھے مرد کی گواہی کے برابر نہیں ہے؟'' (یعنی کیا ایسا نہیں ہے کہ شریعت میں دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر سمجھی جاتی ہے؟ البقرۃ:282) انہوں نے کہا: جی ہاں، ایسا ہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کی وجہ عورت کی عقل کی کمزوری ہے۔ اور کیا ایسا نہیں ہے کہ عورت جب ایام میں ہوتی ہے تو نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزہ رکھتی ہے؟'' انہوں نے کہا: جی ہاں، ایسا ہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ اس کے دین میں نقصان کی وجہ ہے''۔

اس حدیث پر ایک طائرانہ نظر ڈالیے تو ان عظیم خواتین کے اعلیٰ ایمانی مقام کا کیسا زبردست مظاہرہ ہو رہا ہے۔ یہ ایمانی رویہ سورۃ النساء:65 میں بیان ہوا ہے کہ جو لوگ حضور ﷺ کے فیصلے کو نہ صرف یہ کہ تسلیم کرتے ہیں بلکہ اس پر دل میں کوئی تنگی بھی محسوس نہیں کرتے، یہی لوگ ایمان والے ہیں۔ ان خواتین کو حضور ﷺ کے اس فرمان میں کوئی شک نہیں ہوا کہ ان کی اکثریت دوزخ میں دیکھی گئی۔ ان کو یقین تھا کہ حضور جو فرما رہے ہیں وہ سچ ہے۔ انہوں نے صرف یہ جاننے کی کوشش کی کہ اس کا سبب کیا ہے۔ سبب معلوم ہونے پر انہوں نے کوئی جرح نہیں کی، بلکہ خاموشی اختیار کر کے گویا اپنی کمزوری کا اعتراف کر لیا۔ یہی معاملہ دیگر کمزوریوں کے حوالے سے واضح ہو کر سامنے آتا ہے۔ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کا طرز عمل یہی ہونا چاہیے۔ آج کی مسلمان کہلانے والی خواتین ذرا اپنا جائزہ لیں کہ کیا وہ اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے پر اسی طرح سر تسلیم خم کرنے کے لیے تیار ہیں؟

سورۃ الزخرف:18 میں عورتوں کی قوت فیصلہ کے بارے میں فرمایا: ''وہ مباحثہ میں قوت بیان نہیں رکھتی''۔ اس کی تشریح میں مفتی محمد شفیعؒ لکھتے ہیں: ''مطلب یہ ہے کہ عورتوں کی اکثریت ایسی ہے کہ وہ مافی الضمیر کو قوت ووضاحت کے ساتھ بیان کرنے پر مردوں کے برابر قادر نہیں ہوتی۔ اسی لیے اگر کہیں مباحثہ ہو جائے تو اپنے دعوے کو ثابت کرنا اور دوسرے کے دلائل کو رد کرنا اس کے لیے مشکل ہوتا ہے۔ لیکن یہ حکم اکثریت کے اعتبار سے ہے۔ لہٰذا اگر کچھ عورتیں سلیقۂ گفتار کی مالک ہوں اور اس معاملے میں مردوں سے بڑھ جائیں تو اس آیت کے منافی نہیں، کیونکہ حکم اکثریت پر لگتا ہے اور اکثریت بلاشبہ ایسی ہی ہے'' (Exception proves the rule)

متذکرہ بالا آیت اور حدیث کا مدعا ہرگز یہ نہیں ہے کہ عورتوں کو حقیر سمجھا جائے یا عورت ہونا کوئی ذلت یا عار کی بات ہے۔ اگر کوئی اس طرح سوچے گا تو یہ اس کے ذہن کا فتور ہوگا۔ یہ دراصل خالق کے اس تخلیقی توازن کی طرف رہنمائی ہے جو اس نے مردوں اور عورتوں کے درمیان جسمانی وطبعی فرق کے لیے رکھا ہے۔ یہ فرق صنفیت درحقیقت فطرت کا تقاضا ہے جس کے بغیر نوع انسانی کا ذاتی

ومعاشرتی نظام برسر اعتدال نہیں رہ سکتا۔ خالق کائنات نے جسمانی، طبعی، عقلی اور دینی طور پر مرد کو عورت کی بہ نسبت جو برتر درجہ دیا ہے، جس کا ثبوت اس حدیث اور دیگر آیات میں موجود ہے۔ وہ انسانی معاشرے کے اعتدال وتوازن کی برقراری کے لیے ہے نہ کہ شرف انسانیت میں کسی فرق کے اظہار کے لیے۔ شرف انسانیت کے اعتبار سے مرد اور عورت یکساں حیثیت اور مساوی درجہ رکھتے ہیں۔

ہمارے ممدوح کالم نگار غور فرمائیں کہ جس چیز پر انہیں اعتراض تھا وہ محض عدم واقفیت کی وجہ سے تھا۔ اگر وہ قرآن وسنت کا مطالعہ فرمائیں تو ان شاء اللہ انہیں ایسی روشنی میسر آئے گی کہ صحیح وغلط کی تمیز کر سکیں گے۔

☆☆☆

دعائے مغفرت

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن

☆ کراچی جنوبی کے منفرد رفیق جناب صغیر احمد وفات پا گئے

☆ کراچی جنوبی کی مقامی تنظیم سوسائٹی کے رفیق جناب فضل مبین وفات پا گئے

☆ کراچی جنوبی کی مقامی تنظیم لانڈھی کے نقیب جناب سید قدیر احمد کی والدہ وفات پا گئیں

☆ حلقہ جنوبی پنجاب کے معتمد شوکت حسین انصاری کے ماموں وفات پا گئے

☆ حلقہ جنوبی پنجاب وہاڑی کے ملتزم رفیق عبد الحق وفات پا گئے

☆ عارف والا کے ملتزم رفیق حاجی محمد سعید چودھری کی خوشدامن وفات پا گئیں

☆ لاہور (صدر) کے ملتزم رفیق ڈاکٹر شبیر احمد کی خوشدامن وفات پا گئیں

☆ پنجاب پوٹھوہار، جہلم کے ملتزم رفیق محمد اشرف کے بڑے بھائی وفات پا گئے

☆ کراچی وسطی، گلستان جوہر 2 کے معتمد جناب سادات انور کے ماموں وفات پا گئے

☆ پنجاب شرقی، مروٹ کے ناظم دعوت سید عبدالوہاب شاہ کے تایا وفات پا گئے

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے، اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ
فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- ازروئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط وکتابت کورسز سے فائدہ اٹھائیے:

(1) قرآن حکیم کی فکری وعملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (I، II، III)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس
(مع جوابی لفافہ)
کے لئے رابطہ:

شعبہ خط وکتابت کورسز

قرآن اکیڈمی 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 3-35869501
E-mail: distancelearning@tanzeem.org

اعتذار

گزشتہ شمارے میں حلقہ جنوبی پنجاب کی مقامی تنظیم لیہ کے نقیب صادق علی چودھری کی وفات کی خبر غلطی سے شائع ہو گئی ہے۔ اصل خبر ان کے والد محترم کی وفات کی تھی۔ اس سہو پر ہم معذرت خواہ ہیں۔ (ادارہ)

بقیہ: خطۂ کشمیر

اس لیے اسے اپنے اس اٹوٹ انگ کی بدنمائی کا احساس نہیں ہوتا۔

بھارت ایک بہت بڑا ملک ہے اور کشمیر اس کی نسبت ایک چھوٹی سی وادی ہے۔ اعداد وشمار اور جنگی کلیوں کے مطابق کشمیری اپنی جنگ کبھی نہیں جیت سکتے۔ ظاہر ہے کہ نہتے کشمیری جن کی پیٹھ پر 70 سال کے ظلم وجور کا بورا بھی لدا ہوا ہو، کس طرح دنیا کی ایک عظیم ترین، جدید ہتھیاروں سے لیس فوج سے لڑ سکتا ہے؟

مگر مسئلہ یہ ہے کہ نہ کشمیر ایک عام خطہ ہے اور نہ ہی کشمیری ایک عام قوم۔ بھارت سرکار صرف یہ سوچ لے کہ اس وقت جب پورا ہندوستان جنرل ڈائر کے حکم پر سر جھکائے گھٹنوں اور کہنیوں کے بل ناک زمین سے چپکائے رینگ رہا تھا، کشمیری تب بھی اپنا سر بلند رکھ کے ہی صاحب لوگوں کا بوجھ ڈھو رہا تھا۔ آج جب آپ کے پاس انگریز کا چھوڑا ہوا نو آبادیاتی نظام، سوچ اور فوج ہے تب بھی، کشمیر یوں کے کندھوں پر ان کی جوان اولادوں کے جنازے تو ہیں، لیکن ان کے سر بلند ہیں۔

وہ آپ کا لادا ہوا بوجھ تو ڈھو لیں گے مگر سر نہیں جھکائیں گے۔ غور کیجیے، سر کس کا جھکا ہوا ہے؟

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ ”قرآن اکیڈمی سعید کالونی نمبر 2 فیصل آباد“ میں
4 تا 6 نومبر 2016ء (بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

نقباء کورس

(نئے ومتوقع نقباء کے لیے)

کا انعقاد ہو رہا ہے،
زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں،

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 2420490, 041-2624290, 0321-9620418

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 36366638-36316638(042)

A brief history of slaughter of Muslims in Islamophobic India

Violence against Muslims in India occurs frequently in the form of mob attacks by Hindus. These attacks are referred to as 'communal riots' in India and are seen to be part of a pattern of sporadic sectarian violence between the majority Hindu and minority Muslim communities. More recently, however, various Indian and international experts have connected them to a rise in Islamophobia throughout the 20th and into the 21st century. Among the largest incidents were the Great Calcutta killings in 1946, Bihar and Garmukhteshwar in 1946 after Noakhali riot in East Bengal, the massacre of Muslims in Jammu in 1947, large-scale killing of Muslims following the Operation Polo in Hyderabad, anti-Muslim riots in Kolkata in the aftermath of 1950 Barisal Riots and 1964 East-Pakistan riots, 1969 Gujarat riots, 1984 Bhiwandi riot, 1985 Gujarat riots, 1989 Bhagalpur riots, Bombay riots, Nellie in 1983 and Gujarat riot in 2002, 2013 Muzaffarnagar riots and 2016 Jammu and Kashmir massacres. These patterns of violence have been well-established since partition, with dozens of studies documenting instances of mass violence against minority groups. Over 100,000 people have been killed in Hindu-Muslim 'communal violence' since 1950. According to official figures, there were 6,933 instances of 'communal violence' between 1954 and 1982 and, between 1968 and 1980, there were 530 Hindus and nearly a 60,000 Muslims killed in a total of 3,949 instances of mass violence. In 1989, there were incidents of mass violence throughout the north of India. Praveen Swami, the renowned Indian historian, believes these periodic acts of violence against Muslims have "scarred India's post-independence history" and have also hindered India's cause in Jammu and Kashmir with regard to the Kashmir conflict.

In our current discourse, we will limit ourselves to the incidents of Islamophobia in India that have caused mass loss of Muslims' lives, without going into the Indian atrocities in Occupied Jammu and Kashmir, which in itself is an exhaustive analysis. Moreover, most of the sources for information regarding the incidents are either official (Indian) or international.

<u>Major incidents</u>

1948 Hyderabad (Decan)

When India was partitioned in 1947, about 500,000 people died in communal rioting, mainly along the borders with Pakistan. But a year later another massacre occurred in central India, which until now has remained clouded in secrecy. In September and October 1948, soon after independence from the British Empire, tens of thousands of people were brutally slaughtered in central India. Some were lined up and shot by Indian Army soldiers. Yet a government-commissioned report into what happened was never published and few in India know about the massacre. Critics have accused successive Indian governments of continuing a cover-up. The massacres took place a year after the violence of partition in what was then Hyderabad state, in the heart of India. It was one of 500 princely states that had enjoyed autonomy under British colonial rule.

1964 Kolkata

Riots between Hindus and Muslims had left over a hundred people dead, 438 people were injured. Over 7000 people were arrested. 70000 Muslims have fled their homes and 55000 were provided 'protection' by the state. Muslims in Kolkata became more ghettoized than ever before in the aftermath of this riot. Violence was also seen in rural West Bengal.

1983 Nellie massacre

In the state of Assam in 1983 the Nellie massacre occurred. Nearly 1,800 Muslims of Bengali origin were slaughtered by Lalung tribespeople (also known as Tiwa) at a village called Nellie. It has been described as one of the most severe massacre since World War II with the majority of victims being women and children, as a result of

is still a closely guarded secret (only three copies exist). The 600-page report was submitted to the Assam Government in 1984 and the Congress Government (headed by Hiteswar Saikia) decided not to make it public, and subsequent Governments followed suit. Assam United Democratic Front and others are making legal efforts to make Tiwari Commission report public, so that reasonable justice is delivered to victims, at least after 25 years after the incident.

1969 to 1989

During the 1969 Gujarat riots, it is estimated that more than 6,000 Muslims lost their lives. The 1970 Bhiwandi Riots was an instance of anti-Muslim violence which occurred between 7 and 8 May in the Indian towns of Bhiwandi, Jalgaon and Mahad. There were large amounts of arson and vandalism of Muslim-owned properties. In 1980 in Moradabad, an estimated 2,500 people were killed. The official estimate is 400 and other observers estimate between 1,500 and 3,000. Local police were directly implicated in planning the violence. In 1989 in Bhagalpur, it is estimated nearly 2,000 people lost their lives in violent attacks, believed to be a result of tensions raised over the Ayodhya dispute and the processions carried out by VHP activists, which were to be a show of strength and to serve as a warning to the minority communities.

1992 Bombay riots

The destruction of the Babri Mosque by Hindu nationalists led directly to the 1992 Bombay Riots. BBC correspondent Toral Varia called the riots "a pre-planned pogrom," that had been in the making since 1990, and stated that the destruction of the mosque was "the final provocation". Several scholars have likewise concluded that the riots must have been pre-planned, and that Hindu rioters had been given access to information about the locations of Muslim homes and businesses from non-public sources. This violence is widely reported as having been orchestrated by Shiv Sena, a Hindu nationalist group led by Bal Thackeray. A high-ranking member of the special branch, V. Deshmukh, gave evidence to the commission tasked with probing the riots. He said the failures in intelligence and prevention had been due to political assurances that the mosque in Ayodhya would be protected, that the police were fully aware of the Shiv Sena's capabilities to commit acts of violence, and that they had incited hate against the minority communities.

2002 Gujarat violence

Since partition, Muslim community has been subject to and engaged in sectarian violence in Gujarat. In 2002, in an incident described as an act of "fascistic state terror," Hindu extremists carried out acts of violence against the Muslim minority population. During the incidents, young girls were sexually assaulted, burned or hacked to death. These rapes were condoned by the ruling BJP, whose refusal to intervene lead to the displacement of 200,000. Death toll figures range from the official estimate of 1,000 Muslims and 254 Hindus killed, to more than 30,000 Muslims killed. Then Chief Minister (and current Indian Prime Minister) Narendra Modi has also been accused of initiating and condoning the violence, as have the police and government officials who took part, as they directed the rioters and gave lists of Muslim-owned properties to the extremists. Mallika Sarabhai, who had complained over state complicity in the violence, was harassed, intimidated and falsely accused of human trafficking by the BJP. Three police officers were given punitive transfers by the BJP after they had successfully put down the rioting in their wards, so as not to interfere further in preventing the violence. According to Brass, the only conclusion from the evidence which is available points to a methodical pogrom, which was carried out with "exceptional brutality and was highly coordinated". In 2007, Tehelka magazine released "The Truth: Gujarat 2002," a report which implicated the state government in the violence, and claimed that what had been called a spontaneous act of revenge was, in reality, a "state-sanctioned pogrom". According to Human Rights Watch, the violence in Gujarat in 2002 was pre-planned, and the police and state government participated in the violence. In 2012, Modi was cleared of complicity in the violence by a Special Investigation Team appointed by the Supreme Court. The Muslim community is reported to have reacted with "anger and disbelief," and activist Teesta Setalvad has said the legal fight was not yet over, as they had the right to appeal. Human Rights Watch has reported on acts of exceptional heroism by Dalits and tribals, who tried to protect Muslims from the violence.

Compiled by the Nida e Khilafat Team.

Sources adapted from: HR Watch, Amnesty International, BBC News, Times of India, Babri Masjid Probe, leaked Tiwari Commission report, Tehelka magazine, Brass, Wikipedia, et. al.

VOL : 25 | Regd. C.P.L NO. 114 | No.41

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore

Acefyl Cough Syrup

Acefylline + Diphenhydramine

بچوں اور بڑوں کیلئے

Say Goodbye to Cough

Acefyl Cough Offers

- Bronchial smooth muscle relaxation
- Improved mucociliary clearance
- Anti-inflammatory effects
- Effective symptom relief from SAR
- Negligible gastric irritation
- Suitable treatment for patients of all age groups

Superior Nasal Decongestant

- Diphenhydramine is the 2nd highest prescribed antihistamine
- Provided clinically & statistically significant reductions in all symptoms of SAR, including nasal congestion vs placebo & desloratadine
- The superior relief that it offers for treating rhinitis without a separate decongestant should strongly be considered by physicians

Dosage	
Infants:	(4-12 months) 1/2 teaspoonful 3 times daily
Children:	1/2-1 teaspoonful 3 - 4 times daily
Adults:	1-2 teaspoonful 3 - 4 times daily

Composition	120 ml bottle
Each 5ml contains	
Acefylline Piperazine -------------	45 mg
Diphenhydramine HCl -------------	8 mg

PHARMA

Full prescribing information is available on request

NABIQASIM INDUSTRIES (PVT) LTD

5th Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road, Karachi-Pakistan

Email: info@nabiqasim.com website: www.nabiqasim.com UAN 111-742-762

your Health our Devotion